ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
31
12 تا 18 شعبان 1430ھ/ 4 تا 10 اگست 2009ء

اس شمارے میں

غریب کی جورو

خصوصی رپورٹ

یہودی علماء کی مجرمانہ روش

بے غور مسلمانوں کی بے چینی کے اسباب

سوپیاز اور سو جوتے

ایک عظیم خوشخبری

طالبان کے خاتمہ کی منصوبہ بندی

گھر کا بھیدی

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

دورِ فتن میں اتباعِ سنت کا حکم

دین کی غربت اور اجنبیت کے دور کو حدیثوں میں دورِ فتن بھی کہا گیا ہے، کیونکہ یہ انسان کے فکر وعمل کی آزمائش کا دور ہوتا ہے۔ اس میں ایسے زبردست فتنے ابھرتے ہیں کہ بعض اوقات بڑے باہمت اور مخلص اشخاص بھی ان سے پوری طرح محفوظ نہیں رہ پاتے۔ یہ فتنے آندھی اور طوفان کی طرح اٹھتے ہیں اور عقائد واعمال کی عمارت کو متزلزل کردیتے ہیں۔ اس امت پر بارہا دورِ فتن آئے اور اس کے دین وایمان کو آزماتے رہے ہیں۔ آج بھی وہ ایک زبردست دورِ فتن سے گزر رہی ہے، جس میں الحاد ودہریت نے اس کے نظریات وافکار، اخلاق وعبادات، تہذیب ومعاشرت اور تمدن وسیاست کو امتحان میں ڈال رکھا ہے۔ اس امتحان میں کامیابی کا طریقہ پہلے بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے کہ انسان اس راستے پر مضبوطی سے جما رہے جس پر محمد عربی ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کے نقوشِ پا ثبت ہیں۔ آپؐ نے ایک مرتبہ خطبہ دیا۔ اس میں آپؐ نے فرمایا:

> ''تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا، وہ بڑا اختلاف دیکھے گا۔ تو تم اس وقت میری سنت اور صاحبِ رشد وہدایت خلفاء کی سنت کی پیروی کو اپنے اوپر لازم رکھنا، اس پر مضبوطی سے جمے رہنا اور اسے دانتوں سے پکڑ لینا اور (دین میں پیدا کی جانے والی) نئی باتوں سے دور رہنا کیونکہ (دین میں) نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

معروف ومنکر
سید جلال الدین عمری

سورۃ الاعراف
(آیت 160)

آلھدیٰ (383)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾﴾

’’اور ہم نے اُن کو (یعنی بنی اسرائیل کو) الگ الگ کر کے بارہ قبیلے (اور) بڑی بڑی جماعتیں بنا دیا۔ اور جب موسیٰؑ سے اُن کی قوم نے پانی طلب کیا تو ہم نے اُن کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔ تو اُس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ اور سب لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا۔ اور ہم نے اُن (کے سروں) پر بادل کو سائبان بنائے رکھا۔ اور اُن پر منّ و سلویٰ اتارتے رہے (اور اُن سے کہا کہ) جو پاکیزہ چیزیں ہم تمہیں دیتے ہیں اُنہیں کھاؤ۔ اور اُن لوگوں نے ہمارا کچھ نقصان نہیں کیا بلکہ (جو) نقصان (کیا) اپنا ہی کیا۔‘‘

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ ہر بیٹے کی اولاد سے ایک قبیلہ وجود میں آیا۔ ہر قبیلے کی اپنی انفرادیت تھی۔ یہ علیٰحدہ علیٰحدہ بارہ جماعتیں بن گئیں۔ چونکہ انسانی تمدن ابھی قبائلی دور میں تھا، اس لئے خالق کائنات نے قبائلی نظام کے مطابق بارہ قبیلوں کے لیے بارہ چشمے جاری کر دیے، تاکہ ہر قبیلے کا اپنا علیٰحدہ گھاٹ ہو، کوئی تنازعہ اور جھگڑا نہ پیدا ہو۔ چنانچہ یہاں اُسی کا ذکر ہے کہ ہم نے انہیں علیٰحدہ علیٰحدہ بارہ قبیلوں میں بانٹ دیا۔ اس طرح وہ بارہ امتیں بن گئیں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اُن سے پانی طلب کیا تو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی کے ساتھ چٹان پر ضرب لگایئے، پس جب انہوں نے ایسا کیا تو اُس چٹان میں سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ (یہ بات اس سے پہلے سورۃ البقرہ میں بھی آ چکی ہے۔) ہر قبیلے کو اپنے گھاٹ کا علم ہو گیا کہ یہ چشمہ فلاں قبیلے کا ہے اور یہ فلاں قبیلے کا۔ اور پھر اللہ نے اُن کے اوپر بادلوں کا سائبان طاری کر دیا، تاکہ دھوپ سے بچے رہیں، اور انہیں منّ اور سلویٰ اتار کر خوراک بہم پہنچائی، اور کہا کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں رزق میں دی ہیں۔ اللہ نے فرمایا، ان لوگوں نے نافرمانی کا طرزِ عمل اختیار کر کے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا بلکہ وہ خود اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔ وہ ہمارا بگاڑ بھی کیا سکتے تھے؟ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ فرماتا ہے، اے میرے بندو! اگر تم سب کے سب اوّلین اور آخرین اور انس اور جن متقی ترین آدمی جیسے بن جاؤ تو یہ بات میری سلطنت میں کچھ نہیں بڑھائے گی، اور اگر تم اوّل اور آخر سب کے سب انسان اور جن بدترین شخص کی طرح ہو جاؤ تو بھی یہ بات میری سلطنت سے کچھ نہیں گھٹائے گی۔ میں تو غنی ہوں اور بے نیاز ہوں۔

فرمانِ نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا)) (رواہ مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’جو ہمارے خلاف ہتھیار اٹھائے وہ ہمارے طریقہ پر نہیں ہے‘‘۔

تشریح: یعنی کوئی فرد یا گروہ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے ہتھیار اُٹھائے، غارت گری، ڈاکہ زنی اور لوٹ کھسوٹ کی غرض سے حملہ آور ہو یا سیاسی اور گروہی اختلاف کی وجہ سے مسلمانوں پر تشدد کرے، تو یہ ایک ایسا سنگین جرم ہے کہ اس کا مرتکب آنجنابؐ کے ارشاد کے مطابق ملتِ اسلامیہ سے کٹ جاتا ہے۔ مسلمانوں کو قتل کرنا، ان کے گھروں کا جلانا، ان پر حملہ کرنا، انہیں خوف زدہ اور مرعوب کرنے کے لیے دھمکی دینا، اور ان پر تشدد کرنا گناہ، ناجائز بلکہ حرام ہے۔ اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ ایسے افراد اور گروہوں کا سختی سے محاسبہ کرے، جن سے شہریوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کو خطرہ ہو۔

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غریب کی جورو

ملک غلام محمد، چودھری محمد علی، ایس ایم احسن، سید امجد علی، محمد شعیب، مظفر علی قزلباش، مرزا مظفر احمد، غلام اسحاق خان، ایم این عقیلی، رانا محمد حنیف، ڈاکٹر مبشر حسن، احسان الحق، عبدالحفیظ پیرزادہ، محبوب الحق، سرتاج عزیز، اسحاق ڈار، شاہد جاوید برکی، شوکت عزیز، سلمان شاہ اور شوکت ترین، پاکستان کی باسٹھ سالہ زندگی میں ان اصحاب کے پاس خزانہ کی کلید رہی، یعنی وزارت خزانہ کا قلمدان ان کے سپرد تھا۔ ان کے ناموں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں۔ ان میں سے اکثر کا معاملہ یہ تھا کہ پاکستان کے وزیر خزانہ مقرر ہونے سے پہلے ورلڈ بینک یا کسی بڑے امریکی بنک میں ملازم ہوتے تھے، یا ان کا امریکی لابی سے بلاواسطہ یا بالواسطہ تعلق تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت، آزادی اور انسانی حقوق کے نعروں نے یورپ اور امریکہ کی فضاؤں میں جو تبدیلی پیدا کی تھی، اُسے جغرافیائی حدود میں مقید نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پھر جنگ عظیم اوّل اور دوم نے سفید سامراج کی کمر توڑ دی تھی اور وہ جنگوں سے قومی سطح پر انتہائی خوفزدہ ہو گیا تھا، لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ بیسویں صدی میں مسلمان ممالک کو ملنے والی آزادی جہاں مسلمانوں کی کوششوں اور جہاد کا ثمرہ تھا، وہاں سفید سامراج کی اس سوچ اور حقیقت پسندی کا نتیجہ بھی تھا کہ دنیا ایک نئے دور میں داخل ہو رہی ہے۔ آنے والے وقت میں عسکری قبضہ اور براہِ راست سیاسی تسلط قائم رکھنا ممکن نہیں رہے گا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ معیشت کا رول باقاعدہ حکومتیں اور سلطنتیں قائم ہوتے ہی بڑی اہم حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ لیکن اب یہ بات طے شدہ نظر آنے لگی کہ سرمایہ دارانہ نظام کے تحت عالمی حکمرانی کا تاج سرمائے کے سر پر سجایا جائے گا۔

یہ صورت حال یہودیوں کے لیے آئیڈیل تھی۔ وہ تعداد میں دنیا میں انتہائی کم ہیں، لیکن اُن کے پاس دنیا کا سب سے زیادہ سرمایہ ہے۔ لہٰذا نئے نظام میں یہودی خود تاجور تو نہیں ہو سکے گا لیکن بادشاہ گری اُس کے قدموں میں آجائے گی۔ لہٰذا یہود و نصاریٰ نے اپنی منصوبہ بندی یوں کی کہ سرمایہ دارانہ نظام کے مخالف نظاموں کا تیا پانچہ کر دیا جائے۔ 1917ء میں آنے والا بالشویک انقلاب صدی کے وسط تک بہت توانا اور مضبوط ہو گیا تھا۔ یہود و نصاریٰ کے اتحاد نے پہلی ضرب اس انقلاب کی مرکزی حکومت سوویت یونین پر لگائی۔ مختلف حربوں اور چالوں اور تخریب کاری سے اُس کی معیشت کو تباہ کر دیا اور وہ کانچ کی طرح ٹوٹ کر بکھر گیا۔ اس واردات میں اُنہوں نے بڑی عیاری سے مسلمانوں کی مدد بھی حاصل کر لی۔ پاکستان کو اپنا اگلا ہدف وہ آغاز ہی میں طے کر چکے تھے، کیونکہ مسلمان ممالک میں یہ واحد نظریاتی ملک تھا۔ علاوہ ازیں اس کا جغرافیائی وجود کچھ اس طرح کا تھا کہ خطے میں انتہائی اہم کردار ادا کر سکتا تھا۔ پھر یہ کہ کسی زمانے میں اس کی فوج کی پیشہ ورانہ صلاحیتیں بھی بڑی مشہور ہو گئیں تھیں۔ لہٰذا آغاز ہی میں پاک فوج کو شکنجے میں لانے کا منصوبہ بنایا گیا۔ البتہ کمیونزم سے نمٹنا اور سپریم پاور آف ورلڈ بننا مکمل منصوبے پر عملدر آمد کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا تھا۔ پاکستان کی معاشی شاہ رگ پر اسی لیے آغاز سے اُن کا ہاتھ تھا۔ کوئی وزیر خزانہ اُن کی مرضی کے بغیر نہیں آسکتا تھا، اور ہماری وزارت خزانہ غریب کی جورو بن کر رہ گئی۔ ہمارے لوگوں کو ہی ہمارے خلاف استعمال کیا گیا۔ چنانچہ وہ اپنے پروگرام کے مطابق ہمیں معاشی لحاظ سے مفلوج کر چکے ہیں۔ جو بھی حکمران بنے گا اُن کا دست نگر اور محتاج ہو گا۔ وہ اگر Do more کی قوالی کرتے ہیں تو اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ ہمیں انکار نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا وہ گن پوئنٹ پر ہم سے اپنے (بقیہ: صفحہ 18 پر)

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 18 — شمارہ 31
12 تا 18 شعبان 1430ھ
4 تا 10 اگست 2009ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 5869501-03 فیکس: 5834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......300 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا----------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

چکوال میں قرآن کے انقلابی پیغام کا تعارف

حلقہ پنجاب پوٹھوہار کی دعوتی سرگرمیاں

ضلع چکوال میں ہماری دعوتی سرگرمیاں حلقہ بننے سے پہلے نہ ہونے کے برابر تھیں۔ پہلی دفعہ "توبہ کی منادی" کے سلسلے میں وہاں پر جانے کا موقع ملا۔ اسی کے اثر سے وہاں سے ایک رفیق محمد شہزاد بٹ (ایڈووکیٹ) نے حلقہ سے رابطہ کیا اور کہا کہ میں پریس کلب چکوال میں عظمت قرآن کے حوالے سے ایک پروگرام کروانا چاہتا ہوں، ناظم حلقہ نے ناظم پنجاب شمالی خالد محمود عباسی سے مشورہ کے بعد پروگرام کی دعوت قبول کر لی۔ اور 24 مئی 2009ء کو یہ پروگرام منعقد ہوا، جس کی میزبانی محمد شہزاد بٹ نے کی۔ یہ پروگرام چکوال میں قرآن کے انقلابی پیغام کے تعارف کی تمہید بن گیا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام سے پاک سے ہوا۔ بعد ازاں نعت رسول مقبول پیش کی گئی۔ تمہیدی کلمات محمد شہزاد بٹ نے ادا کئے۔ تلاوت قرآن پاک، نعت اور تمہیدی کلمات کے بعد خالد محمود عباسی نے "عظمت قرآن" پر مدلل گفتگو کی اور احباب کو قرآن کی طرف متوجہ کیا۔ اس پروگرام میں تقریباً دو سو خواتین و حضرات نے شرکت کی۔ خواتین کے لئے علیحدہ باپردہ انتظام کیا گیا تھا۔ حاضرین نے اس پروگرام کو بہت پسند کیا۔ یہاں حلقے کی طرف سے کتب اور سی ڈیز کا سٹال بھی لگایا گیا تھا اور امیر محترم کا خط بھی جو وزیراعظم کو لکھا گیا تھا، ہینڈبل کی صورت میں تقسیم کیا گیا۔ اس پروگرام میں گوجر خان سے بھی دس رفقاء نے شرکت کی۔ آخر میں مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

اسی پروگرام سے متاثر ہو کر کچھ حضرات نے تنظیم اسلامی کی دعوت کے حوالے سے خصوصی دلچسپی کا اظہار کیا، جن کو ناظم حلقہ نے گوجر خان آنے کی دعوت دے دی۔ چنانچہ دس حضرات گوجر خان تشریف لائے۔ اُن کے سامنے فہم دین کا جامع تصور بالتفصیل پیش کیا گیا۔ ان میں سے چار ساتھیوں نے تنظیم میں باقاعدہ شمولیت اختیار کر لی۔ ان نئے شامل ہونے والے رفقا میں ایک ریٹائرڈ کرنل عبدالقدیر صاحب ہیں۔ انہوں نے اُسی وقت چکوال میں اپنے پرائیویٹ سکول میں ناظم حلقہ کو درس قرآن کی دعوت دے دی، جو انہوں نے بصد خوشی قبول کر لی۔ اسی طرح دو ہفتوں کے بعد 14 جون 2009ء کو ناظم حلقہ مشتاق حسین دو رفقاء کے ساتھ چکوال تشریف لے گئے۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ اس کے بعد نعت رسول مقبولؐ پیش کی گئی۔ تلاوت اور نعت کی سعادت سکول کے بچوں نے حاصل کی۔ تمہیدی کلمات کے بعد امیر حلقہ نے "دینی زندگی کے دنیوی و اُخروی فوائد" کے موضوع پر خطاب کیا۔ شرکاء نے اُن کے خطاب کو بہت پسند کیا۔ اس کے بعد وہاں پر منفرد اُسرہ کا قیام عمل میں لایا گیا، جس کی نقابت علی اختر اعوان کو دی گئی۔ اس کے بعد رفقاء کی تربیت کے حوالے سے تجاویز دی گئیں اور مشورے لئے گئے۔ اس کے ساتھ ہی یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

اگلا پروگرام رفیق تنظیم محمد شہزاد ایڈووکیٹ کی دعوت پر اُن کے گاؤں تنزال میں ہوا۔ جس میں "عظمت مصطفیٰ ﷺ" کے حوالے سے خالد محمود عباسی کا خطاب رکھا گیا، پروگرام کے لیے شہزاد صاحب نے بڑے پیمانے پر بذریعہ اشتہار، بینرز، پوسٹر تشہیر کی اور انفرادی رابطے کے ذریعے بھی پروگرام میں اپنے احباب حتیٰ کہ ایم پی اے اور ایم این اے کو مدعو کیا۔ عظمت مصطفیٰ ﷺ پر بیان کے لیے خالد محمود عباسی اور ناظم حلقہ مشتاق حسین دونوں بر وقت تنزال پہنچ گئے۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ نعت شریف اور تمہیدی کلمات کے بعد خالد محمود عباسی نے محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت کے حوالے سے نبیؐ کی سیرت کے انقلابی پہلو پر نہایت سہل انداز میں روشنی ڈالی، جس کو حاضرین نے بہت پسند کیا۔ اِس پروگرام میں تقریباً چھ سو افراد نے شرکت کی، جن میں خواتین بھی شامل تھیں۔ خواتین کے لئے علیحدہ باپردہ بندوبست کیا گیا تھا۔

آخری پروگرام 11 جولائی 2009ء کو رفیق تنظیم محمد شہزاد بٹ کی خواہش پر ڈسٹرکٹ بار چکوال میں ہوا۔ یہاں بھی خالد محمود عباسی صاحب کا درس قرآن رکھا گیا۔ ناظم حلقہ مشتاق حسین اور خالد محمود عباسی بروقت پہنچ گئے، لیکن یہ پروگرام لوڈشیڈنگ کی وجہ سے ایک گھنٹہ تاخیر سے شروع ہوا۔ تلاوتِ قرآن اور نعت رسول مقبولؐ وکلاء حضرات نے پیش کی۔ محمد شہزاد بٹ کے تمہیدی کلمات کے بعد خالد محمود عباسی نے وکلاء تحریک کی تعریف کی اور وکلاء پر زور دیا کہ اسے اسلامی نظام کے قیام اور علامہ اقبالؒ اور قائداعظم محمد علی جناحؒ کے خواب کی تعبیر کا ذریعہ بنائیں۔ یہ پروگرام تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک جاری رہا۔ وکلاء حضرات نے اسے بہت سراہا۔ اس پروگرام میں تقریباً ڈیڑھ سو وکلاء نے شرکت کی۔ اور میزبان کو اس کے کامیاب انعقاد پر خصوصی طور پر مبارک باد دی۔ کھانے اور نماز ظہر کے بعد پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہماری یہ حقیر سی کاوش قبول فرمائے۔ آمین!

رپورٹ: رفیق تنظیم

فریضہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ادائیگی کے ضمن میں

یہودی علماء ومشائخ کی مجرمانہ غفلت

سورۃ المائدۃ کی آیات 62 تا 64 کی روشنی میں

[سورۃ ا [redacted]
خطبہ مسنونہ کے بعد]

برادرانِ اسلام! گزشتہ خطبہ جمعہ میں میں نے سورۃ المائدہ کی آیات 57 تا 63 کی روشنی میں گفتگو کی تھی۔ آج اسی سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے آیات 62، 63 کی قدرے مفصل تشریح و توضیح کے ساتھ ساتھ آیت 64 پر گفتگو ہوگی۔ (ان شاء اللہ)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾

"اور تم دیکھو گے کہ ان میں اکثر گناہ اور زیادتی اور حرام کھانے میں جلدی کر رہے ہیں۔ بے شک یہ جو کچھ کرتے ہیں بُرا کرتے ہیں۔"

یہودیوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کی ساری رغبت، ساری دلچسپیاں گناہوں کے کاموں میں ہیں۔ اور وہ ان میں ایک دوسرے سے دوڑ لگا کر آگے نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اس آیت کا ایک رخ ہماری طرف بھی ہے۔ آج اس آئینے میں ہم بھی اپنی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ ہم جو چودہ سو برس سے اس زمین پر اللہ کی نمائندہ اُمت ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی اور حاملِ قرآن ہونے پر فخر کرتے ہیں، مگر افسوس قرآن وسنت کی تعلیمات سے کوسوں دور ہیں۔ آج ہم بھی وہی کام کر رہے ہیں جو کل یہود کر رہے تھے۔ ہماری بھی دوڑ گناہوں کے کاموں میں لگی ہوئی ہے۔ ہم بھی منکرات، گناہ، ظلم وزیادتی اور حرام خوری میں مبتلا ہیں۔ ہمیں ایک ہی فکر ہے کہ کیسے زیادہ سے زیادہ مال سمیٹا جائے۔ اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں کہ مال وزر کا حصول حلال سے ہو یا حرام سے ہو۔ چنانچہ سود اور جوئے کی کتنی ہی شکلیں ہیں، جو آج ہمارے معاشرے میں بڑی تیزی سے پھیل رہی ہیں۔ یہ کریڈٹ کارڈ کیا ہے؟ یہ بھی تو لوگوں کو سود کے جال میں پھنسانے کا ایک بدترین ذریعہ ہے۔ ہمارا سارا میڈیا اس کی پبلسٹی کر رہا ہے۔ اسے خوشنما بنا کر دکھا رہا ہے۔ بینکوں کی بھی اس معاملے میں دوڑ لگی ہوئی ہے، جن کی جیب میں کریڈٹ [redacted] ہیں۔ تو جو کام اُس وقت یہود کر رہے تھے بعینہٖ وہ کام آج یہ اُمت مسلمہ کر رہی ہے۔ اللہ کی سنت بدلتی نہیں ہے۔ لہٰذا اگر ان پر دنیا میں عذاب آیا اور وہ ذلت ومسکنت سے دوچار ہوئے۔ تو آج ہم پر بھی ذلت ورسوائی طاری ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ہاں سرکاری تقاریب میں پہلے ایک فاحشہ عورت آتی ہے، جو وزیراعظم کی موجودگی میں رقص کرتی ہے۔ اس کے بعد وزیراعظم خطاب کرتے ہیں۔ کیا یہ اللہ کے غضب کو بھڑکانے والی بات نہیں ہے۔ تو بنی اسرائیل کو ہی ملعون کرنا کافی نہیں ہے۔ اس آئینے میں ہمیں اپنی شکل بھی دیکھنی چاہیے۔

﴿لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝﴾

"بھلا ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے؟ بلاشبہ وہ بھی بُرا کام کرتے ہیں۔"

اُمتوں کی تاریخ اور زوال کے اسباب کے حوالے سے یہ بہت اہم بات ہے۔ یہود کے علماء اور اللہ والے درویش، انہیں گناہ اور حرام خوری سے روکتے کیوں نہیں رہے، انہیں یہ سب کیوں نہیں کہتے رہے کہ یہ کام جو تم کر رہے ہو، یہ گناہ کے کام ہیں، یہ فحش کام ہیں۔ یہود کی سیاہ کاریوں پر انہیں روکنا علماء اور درویشوں کی ذمہ داری بنتی تھی۔ آج بھی علماء کی یہی ذمہ داری ہے، اس لئے یہ لوگ رجالِ دین ہیں، جن کی طرف لوگ رہنمائی کے لیے دیکھتے ہیں، جن سے لوگ فتوے پوچھنے جاتے ہیں، منبر ومحراب جن کے تصرف میں ہیں۔ وہ لوگوں کو بتائیں کہ کیا چیز شریعت میں ناجائز ہے، حرام ہے۔ اب یہ کریڈٹ کارڈ جیسے میں نے عرض کیا، اس کے بارے میں عام آدمی کو کیا معلوم۔ علماء کی ذمہ داری ہے کہ بتائیں کہ یہ کتنی بڑی نحوست ہے۔ اس کے بارے میں تعلیم دیں، ان چیزوں کی دینی اعتبار سے جو شناعت اور خباثت ہے، اس کو اُجاگر کریں، معاشرے میں دینی شعور عام کریں۔ اگر معاشرے میں منکرات اور برائیاں پھیل رہی ہیں اور یہ منع [redacted] طبقات کی اصل ذمہ داری یہ ہے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے دینی طبقات کا کام یہ رہ گیا ہے کہ حقیر مفادات کی خاطر لوگوں کے غلط کاموں کے لئے جواز کے فتوے ڈھونڈ کر نکالیں۔ یہی کام اُس وقت چند ٹکوں کے عوض یہودی علماء بھی کرتے تھے۔ اس طرح جو اللہ والے درویش بنتے ہیں، ان کا کام بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ ہمارے ہاں کوئی ملنگ پھر رہا ہوتا ہے، تو کہہ دیا جاتا ہے کہ بڑا پہنچا ہوا ہے۔ بھئی، جو پہنچے ہوئے ہیں، ان کا کام تو یہ ہے جو اللہ نے طے کر دیا کہ وہ لوگوں کو گناہوں اور منکرات سے روکیں۔ اگر نہیں روک رہے تو وہ کہاں پہنچے ہوئے ہیں، وہ کیسے اللہ والے ہیں۔ معاشرے میں منکرات پھیل رہے ہوں اور وہ گھنگرو باندھ کر پھر رہے ہوں تو وہ اللہ والے کہاں ہوئے، بلکہ پھر تو یہ گونگے شیطان ہیں۔ قومیں جب ڈوبتی ہیں تو اس کے جہاں اور بہت سے اسباب ہوتے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے پوری قوم گناہوں میں ملوث ہوتی ہے اور علماء گناہوں سے منع نہیں کرتے بلکہ اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ وہ بھی عام لوگوں کی طرح دنیاداری میں لگ جاتے ہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کیا اہمیت ہے، اس بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں، جن سے اس کام کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مثال ان لوگوں کی جو اللہ کی حدود اور اس کے احکام کے بارے میں مداہنت (یعنی سہل انگاری اور ڈھیلے پن) سے کام لیتے ہیں (روک ٹوک نہیں کرتے) اور ایسے لوگوں کی جو خود اللہ کی حدود کو پامال اور اس کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں، ایک ایسے گروہ کی سی ہے جو باہم قرعہ اندازی کر کے ایک کشتی پر سوار ہوا۔ تو کچھ لوگوں نے کشتی کے نیچے کے درجہ میں جگہ پائی اور کچھ نے اوپر والے درجہ میں...... تو نیچے کے درجہ والا آدمی پانی لے کر اوپر کے درجہ والوں پر سے گزرتا تھا، اس سے انہوں نے تکلیف محسوس کی (اور اس پر ناراضی کا اظہار کیا) تو نیچے کے درجہ والے نے کلہاڑا لیا اور کشتی کے نیچے کے حصے میں سوراخ کرنے لگا (تا کہ نیچے ہی سے دریا سے براہِ راست پانی حاصل کر لے اور

پانی کے لیے اوپر آنا جانا نہ پڑے) تو اوپر کے درجہ والے اس کے پاس آئے اور کہا کہ تم کو کیا ہو گیا ہے؟ (یہ کیا کر رہے ہو؟) اس نے کہا کہ (پانی کے لیے میرے آنے جانے سے) تم کو تکلیف ہوئی (اور تم نے ناراضی کا اظہار کیا) اور پانی تو (زندگی کی) ناگزیر ضرورت ہے (میں دریا سے پانی حاصل کرنے کے لئے یہ سوراخ کر رہا ہوں...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) تو اگر یہ کشتی والے اس آدمی کا ہاتھ پکڑ لیں (اور اس کو کشتی میں سوراخ نہ کرنے دیں) تو اُس کو بھی ہلاکت سے بچالیں گے اور اپنے کو بھی، اور اگر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں (اور کشتی میں سوراخ کرنے دیں) تو اس کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور اپنے کو بھی (سب ہی غرقاب ہو جائیں گے)۔" (صحیح بخاری)

یہی معاملہ نہی عن المنکر ہے۔ اگر گناہوں پر روک ٹوک کی جائے، تو معاشرے میں برائی نہیں پھیلتی، لیکن اگر روک ٹوک نہ کی جائے تو یہ پورے معاشرے میں سرایت کر جاتی ہے۔ گناہ اور برائی کے عام ہونے میں اکثر بنیادی کردار متمول لوگوں کا ہوتا ہے۔ سرمایہ دار لوگ جنہیں دولت کا ہیضہ ہوا ہوتا ہے، گناہ کی نئی سے نئی شکل نکال دیتے ہیں، اور گناہ کو کلچر اور ثقافت کا نام دے کر بڑے خوبصورت انداز میں پیش کرتے ہیں۔ پھر اُن کی دیکھا دیکھی عام لوگ بھی اس میں ملوث ہو جاتے ہیں اور یوں برائیاں پورے معاشرے میں پھیلتی ہیں، یہاں تک کہ سارا سماج اُن کی لپیٹ میں آ جاتا ہے۔

اسی طرح ایک اور طویل حدیث ابوداؤد اور جامع ترمذی میں آئی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اس حدیث کے راوی ہیں۔ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: "بنی اسرائیل میں سب سے پہلے جو نقص پیدا ہوا وہ یہ تھا...... کہ ان میں سے ایک شخص دوسرے شخص سے ملاقات کرتا تھا، تو یہ کہتا تھا...... اے فلاں، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اور جو تم کر رہے ہو اس کو چھوڑ دو، اس لیے کہ یہ تمہارے لیے جائز نہیں ہے۔ پھر اس کی اسی شخص سے اگلے روز دوبارہ ملاقات ہوتی تھی اور وہ اپنے سابق حال پر قائم ہوتا تھا، لیکن یہ چیز مانع نہیں ہوتی تھی اُس (پہلے شخص) کے راستے میں کہ وہ اُس کا ہم نوالہ و ہم پیالہ اور ہم نشیں بنے۔ جب انہوں نے یہ روش اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو آپس میں مشابہ کر دیا۔"

اس کے بعد حضورؐ نے سورۃ المائدہ کی یہ (چار) آیات (78 تا 81) تلاوت فرمائیں۔ یعنی: ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ...... فٰسِقُوْنَ﴾ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہرگز نہیں، اللہ کی قسم تمہیں لازماً نیکی کا حکم دینا ہوگا، اور تمہیں لازماً بدی سے روکنا ہوگا، اور تمہیں لازماً ظالم کے ہاتھ کو قوت کے ساتھ پکڑ لینا ہوگا، اور تمہیں اس کو لازماً حق کی طرف جبراً موڑنا ہوگا، اور اسے حق کے اُوپر قائم رکھنا ہوگا۔ یا پھر اللہ تمہارے دل بھی ایک دوسرے کے مشابہ کر دے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ تم پر بھی لعنت فرمائے گا جیسے ان (یہود) پر لعنت فرمائی۔"

متذکرہ بالا الفاظ روایت ابوداؤدؒ کے ہیں اور ترمذیؒ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں (جو آگے آ رہے ہیں):

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہو گئے تو ان کے علماء نے انہیں روکا۔ (یعنی ابتدا میں اُن کے علماء نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔) (لیکن) وہ باز نہ آئے تو (ان علماء نے) ان کی ہم نشینی اور ان کے ساتھ باہم کھانا پینا جاری رکھا۔ تو (اس کے نتیجہ میں) اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو بھی باہم مشابہ کر دیا، اور ان پر حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسٰی ابن مریمؑ کی زبانی لعنت فرمائی۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی روش اختیار کی اور وہ حدود سے تجاوز کرتے رہے۔"

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے، جبکہ اس سے پہلے آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اور فرمایا: "ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ (تمہاری ذمہ داری اس وقت تک ادا نہیں ہوگی) جب تک کہ تم انہیں زبردستی حق کی طرف موڑ نہ دو!"

قرآن حکیم کی متذکرہ بالا آیات اور رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی رُو سے ہمارے علماء و صلحاء کا اور ان صوفیاء کا جو لوگوں کو تزکیہ نفس کے طریقے اور تقرب الی اللہ کے راستے بتا رہے ہیں، سب سے بڑا فرض بھی نہی عن المنکر ہے۔ ان سب پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کو منکرات پر ٹوکیں، انہیں منع کریں، ان پر تنقید کریں۔ اور اگر باز نہ آئیں تو ان کے ساتھ مقاطعہ کریں، ملنا جلنا چھوڑیں، ان پر یہ سوشل پریشر ڈالیں۔ اس وقت اگرچہ اہل حق علماء بھی موجود ہیں، دنیا کبھی ان سے خالی نہیں ہوئی اور نہ کبھی ہوگی ـــــــ اس کی ضمانت دی ہے محمد رسول اللہ ﷺ نے کہ ((لَا يَزَالُ فِيْ أُمَّتِيْ طَائِفَةٌ قَائِمِيْنَ عَلَى الْحَقِّ)) (میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا)۔ لیکن اس وقت ان کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ دنیا پرستی میں لگے ہوئے ہیں۔ (الا ماشاء اللہ)

اگلی آیت میں یہودیوں کی ایک جسارت کے متعلق فرمایا:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ﴾

"اور یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ (گردن سے) بندھا ہوا ہے۔"

یہود کا یہ کہنا کہ اللہ کے ہاتھ تو بندھ گئے (معاذ اللہ) دراصل اُن کے اُس غصہ کا بدترین اظہار تھا جو انہیں اس بات پر تھا کہ آخری نبیؐ اور آخری رسولؐ کی بعثت بنی اسمٰعیل میں کیوں ہو گئی ہے۔ ہماری نسل میں کیوں نہیں ہوئی۔ اُن کے خیال میں رسول کی بعثت دوسری قوم میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔ یہودی سمجھتے تھے کہ ہم برتر ہیں، صاحب کتاب ہیں، یہ لوگ تو اُمّی ہیں، جاہل اور اُجڈ ہیں۔ اگر ہم حضرت محمد ﷺ کو رسول تسلیم کر لیں پھر ہم اِن اُمیوں میں سے پیچھے ہو جائیں گے۔ اللہ نے اُن کی گستاخی کے جواب میں فرمایا:

﴿غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ﴾

"انہیں کے ہاتھ باندھے جائیں اور ایسا کہنے کے سبب ان پر لعنت ہو۔ (اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا نہیں) بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں وہ جس طرح (اور جتنا) چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔"

یہودیوں کی گستاخی کے سبب اُن پر لعنت کر دی گئی ہے ـــــ فرمایا، اللہ تعالیٰ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں اور وہ جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں، لیکن وہ تمہاری مرضی کے تابع نہیں ہے۔ وہ جیسے چاہے گا خرچ کرے گا۔ اور وہ خوب جانتا ہے کہ کہاں پر، کس کو فضیلت دی جائے، رسالت کا منصب کس کو عطا ہو، کون اس کا اہل ہے۔

آگے فرمایا:

﴿وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۭ﴾

"اور (اے محمدؐ) یہ (کتاب) جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئی، اس سے ان میں سے اکثر کی شرارت اور انکار اور بڑھے گا۔"

نبی سے فرمایا کہ یہ جو نعمت ہدایت، یہ اللہ کی آخری اور کامل کتاب، یہ جتنی آپؐ پر اُترتی ہے اتنا ہی ان کے اندر طغیانی اور سرکشی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ یہ قرآن تو رحمت بن کر آیا، لیکن بجائے اس کے یہ اس رحمت سے فائدہ اُٹھائیں، یہ جتنا نازل ہو رہا ہے ان کے دل کی جلن میں اور اضافہ ہو رہا ہے کہ ساری سعادت اور ساری فضیلت ہماری بجائے بنی اسمٰعیل کو کیوں مل گئی۔

﴿وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ﴾

"اور ہم نے اُن کے باہم عداوت اور بغض قیامت تک کے لیے ڈال دیا ہے۔"

یعنی یہ آپس میں لڑتے رہیں گے۔ تاریخی طور پر یہودیوں کے گروہ بھی آپس میں لڑتے رہے۔ اسی طرح عیسائیوں کے گروہ بھی باہم برسرپیکار رہے۔ لیکن مسلمانوں

کے خلاف دونوں متحد ہو جاتے تھے اور آج بھی ہو سکتے ہیں۔

﴿ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ﴾

”یہ جب لڑائی کے لئے آگ جلاتے ہیں، اللہ اُس کو بجھا دیتا ہے۔“

جب کبھی یہ جنگ کے لیے آگ بھڑکاتے ہیں، مسلمانوں کے خلاف میدان ہموار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی سازش کو ناکام بنا دیتا ہے، اور اس آگ کو بجھا دیتا ہے۔ یہودیوں نے مدینہ میں بار بار مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیں، لیکن اللہ تعالیٰ ان کی ہر سازش کو ناکام بنا دیتا تھا۔ ان سازشوں کا نقطۂ عروج سن 5 ہجری میں ہونے والا غزوۂ احزاب ہے۔ اس میں یہودیوں نے پورے عرب کا دورہ کر کے تمام قبائل (یعنی قریش مکہ، غطفان اور ہوازن) کو مسلمانوں کے خلاف جمع کر لیا۔ اور 12 ہزار اور ایک دوسری روایت کے مطابق 24 ہزار کا لشکر لے کر مدینہ کا گھیراؤ کر لیا۔ نبی اکرم ﷺ نے قبل ازیں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے مدینہ کے باہر ایک خندق کھودی، تاکہ دشمن براہِ راست مدینہ میں داخل نہ ہو سکیں۔ اس محاصرہ کے موقع پر منافقین کا نفاق اُن کی زبانوں پر آ گیا۔ انہیں یقین ہو گیا کہ اب ہماری موت کا وقت آ گیا ہے، لہٰذا وہ ذہناً اس کے لیے تیار ہو گئے کہ خندق پھلانگ کر کفار کے کیمپ میں چلے جائیں اور مرتد ہو جائیں۔ منافقین کہنے لگے کہ ہم سے تو کہا گیا تھا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے تمہارے قدموں میں ہوں گے، اور یہاں تو اب کسی کی جان بچتی دکھائی نہیں دے رہی۔ حالت یہ ہے کہ ہم رفع حاجت کے لیے بھی باہر نہیں نکل سکتے۔ کفار کی طرف سے متحد ہو کر مدینہ کا محاصرہ یہودیوں کی ایک نہایت خطرناک سازش تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سازش کو بھی ناکام بنا دیا اور شر کو رفع کیا۔ ہوا یوں کہ ایک رات ایسی شدید آندھی آئی کہ اسلام دشمنوں کے خیموں میں آگ لگ گئی۔ ان کے گھوڑے اور اونٹ رسیاں تڑوا کر بھاگ نکلے۔ اور وہ افراتفری مچی کہ سارا شیطانی لشکر صبح ہونے تک بھاگ گیا۔ لڑائی کی نوبت ہی نہ آئی۔ یہ جنگ تو بہت زبردست تھی، لیکن اللہ تعالیٰ مومنین کی طرف سے اکیلا ہی کافی ہو گیا۔ مسلمانوں کو کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔

﴿ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ﴾

”اور یہ ملک میں فساد کے لئے دوڑے پھرتے ہیں۔“

اور یہ زمین میں فساد کے لیے بھاگ دوڑ کرتے ہیں۔ یہودی کل بھی اسلام کو مٹانے کی تدبیریں کرتے تھے اور آج بھی اسلام کے چراغ کو گل کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ وہ خطہ اور سرزمین جہاں اسلام غالب ہوتا دکھائی دیتا ہے، اس پر اپنے صلیبی ایجنٹوں کے ذریعے یلغار کرا دیتے ہیں، اور جس خطے میں اسلام کے اُبھرنے کا امکان ہوتا ہے، اُسے عدم استحکام سے دوچار کر دیتے ہیں اور اس کی تباہی کے درپے ہو جاتے ہیں۔ وطن عزیز پاکستان بھی اسی لئے ان کی سازشوں کی زد میں ہے۔ یہودی اسلام کے اس قلعہ کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتے ہیں۔ ان کے تھنک ٹینک ایک عرصہ سے یہ باتیں کر رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انہیں اندیشہ ہے کہ یہ ملک واقعی اسلام کا ایک قلعہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس کی ایک خاص تاریخ ہے، یہ اسلام کے نام پر بنا ہے، اگرچہ اس کے عوام کی اکثریت اور حکمران ابلیسی تہذیب کے اندر رنگے ہوئے ہیں، لیکن اسلام کی جڑیں اس خطے میں بہت مضبوط ہیں۔ لہٰذا ان کی پوری کوشش ہے اس کو کمزور سے کمزور کرو۔ اس کی فوج کا رُخ عوام کی طرف کر دو۔ ان کے دلوں میں نفرت کی خلیج حائل کر دو۔ اور اُن کی سازش کے مطابق اب یہ نفرتیں بہت حد تک پیدا بھی ہو چکی ہیں۔ میں حال ہی میں کوئٹہ سے ہو کر آیا ہوں اور وہاں میں نے بلوچستان کے جو حالات سنے ہیں، وہ نہایت تشویش ناک ہیں۔ بلوچ قوم میں اس وقت پاکستان کے خلاف اس حد تک نفرت پیدا ہو چکی ہے کہ اب ان کی محفلوں بلکہ بعض تعلیمی اداروں میں بھی پاکستان کے پرچم کی بجائے، انڈیا کا پرچم لہرایا جا رہا ہے۔ اُن کی یہ بغاوت دراصل ہمارے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ میں ان کو اصل مجرم نہیں سمجھتا، مجرم پوری قوم ہے۔ مجرم ہمارا حکمران طبقہ اور ہمارے سیاسی راہنما ہیں، جو عرصہ دراز سے ذاتی مفادات کی جنگ میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ لیکن ساٹھ سال گزرنے کے باوجود یہاں شریعت کو قائم نہیں کیا، بلکہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی تعلیمات سے یکسر منافی باطل طاغوتی ظالمانہ نظام اپنائے رکھا۔ جس سے عوام میں محرومیاں پیدا ہوئیں۔ قوم کو جوڑنے والی واحد شے اسلام تھی اور ہے۔ اگر ہم اسلام کو نافذ کرتے اور یہاں عدل و انصاف ہوتا تو آج قوم واقعی ایک قوم ہوتی، گروہی عصبیتیں کبھی جنم نہ لیتیں۔ لیکن چونکہ یہاں اسلام نہیں آیا اور ہم نے عدل و انصاف کو پاؤں تلے روندا ہے، لہٰذا آج بلوچی نوجوانوں میں احساس محرومی ہے۔ اُن میں یہ سوچ ہے کہ ہمارا استحصال کیا گیا ہے، ہم پر ظلم کیا گیا ہے، پاکستان بننے کے بعد مسلسل ہمیں محروم رکھا گیا ہے۔ اگرچہ بلوچ لیڈر اس احساس محرومی کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں، لیکن اس کی بنیاد تو ہم ہی نے فراہم کی۔ ہم نے اسلام کے اصول عدل سے انحراف کیا۔ معاشی، معاشرتی اور سیاسی تینوں شعبوں میں ہم نے پاکستانیوں کو عدل سے محروم رکھا۔ لہٰذا صوبائی اور گروہی عصبیتیں پیدا ہوئیں۔ بلوچی عوام کے دلوں میں موجود نفرت کے ان شعلوں کو مزید ہوا ہم نے بگٹی صاحب کو قتل کر کے دی۔ اکبر بگٹی واحد قبائلی سردار تھے جو وفاق پاکستان کے حامی تھے، لیکن نشہ اقتدار میں مست پرویز مشرف نے فرعونیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُنہیں قتل کر دیا۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ حالات کے یہاں تک پہنچ جانے کے باوجود بھی ہم آنکھیں کھولنے کے لیے تیار نہیں۔ اب بھی ہم انہی لوگوں کو اپنا نجات دہندہ سمجھ رہے ہیں، جو ہمارے سب سے بڑے دشمن ہیں، جو پاکستان کے حصے بخرے کرنے پر تلے ہوئے ہیں، جو فوج اور عوام کے درمیان نفرت بڑھا رہے ہیں، جو عوام کو ایک دوسرے سے لڑانے کی سازش کر رہے ہیں۔ ہم اب بھی انہی کی ڈکٹیشن پر چل رہے ہیں۔ ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ ہے۔

میر بھی کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

یاد رکھئے، جب تک ہم اپنا قبلہ درست نہیں کریں گے، حالات نہیں بدلیں گے۔ حالات کی تبدیلی کے لئے ضروری ہے کہ ہم اللہ سے وفاداری کی روش اپنائیں۔ پھر اللہ ہمارے دشمنوں کے منصوبوں کو ناکام بنا دے گا۔ کل جب یہودی اسلام کے خلاف سازشیں کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ اُن کی ہر سازش کو ناکام بنا دیتا تھا۔ اس لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پورے خلوص اور اللہ پر ایمان اور توکل کے بھرپور جذبے کے ساتھ اپنے کام میں لگے ہوئے تھے، اور دین حق کے مشن کو آگے بڑھا رہے تھے۔ ان کی نگاہ میں دنیا نہیں تھی۔ وہ صرف آخرت اور اللہ کی رضا کے طالب تھے، اور اس راہ میں کسی شے کو خاطر میں لانے والے نہیں تھے۔ اگر وہی رویے آج ہم اختیار کر لیں تو اللہ کی مدد ضرور ہمارے شامل حال ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کی سازشوں کو ناکام بنائے گا۔ وہ علیٰ کل شیء قدیر ہے۔ آج ہمیں اُسی کا دامن پکڑنے کی ضرورت ہے۔

آیت کے آخر میں واضح فرمادیا کہ

﴿ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ ﴾

”اور اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا“

اللہ تعالیٰ کو یہ فسادی ہرگز پسند نہیں، جو پوری نوع انسانی کو فساد اور تباہی کی آگ میں جھونک دینا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر ہم مسلمان ہی اللہ سے، اس کے دین سے بے وفائی کریں تو وہ انہی فسادیوں کو ہمارے سروں پر مسلط کر دے گا، جیسے کہ اس نے کیا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کیفیت سے نکالے اور اپنے دین کے ساتھ خلوص و اخلاص کی نسبت عطا فرمائے۔ آمین۔

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

سنکیانگ کا مسئلہ، تاریخی پس منظر اور موجودہ صورتحال

یغور مسلمانوں کی بے چینی کے بنیادی اسباب

محبوب الحق عاجز

(گزشتہ سے پیوستہ)

یغور مسلمانوں کے دلوں میں اگرچہ آزادی کی چنگاریاں ہر دور میں دہکتی چلی آ رہی ہیں اور وہ اس کے حصول کے لیے کوشاں ہیں۔ ایسٹ ترکستان اسلامک موومنٹ اور ورلڈ یغور کانگریس اپنے اپنے انداز میں مصروف کار ہیں۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ ان کی آزادی کی دبی چنگاری کو شعلۂ جوالہ خود چین نے بنایا ہے۔ چینی حکومتوں نے ایسی پالیسیاں اپنائیں جن سے یغور مظلوم و مقہور مسلمانوں میں شدید بے چینی پیدا ہوگئی۔ یہ بے چینی تین پہلوؤں سے ہے۔

یغور مسلمانوں کے اضطراب کی بنیادی وجہ مذہبی آزادی اور اسلامی شناخت کو لاحق خطرہ ہے۔ مسلمانوں کو شکایت ہے کہ حکومت ان کی مذہبی آزادی کو مجروح اور اُن کی تہذیبی تشخص کو مٹانے کی کوشش کر رہی ہے۔ اگرچہ چین اس کی تردید کرتا ہے، لیکن حالات و واقعات بہت حد تک اس الزام کو درست ثابت کرتے ہیں۔ سنکیانگ کا وسیع و عریض صوبہ جو مسلم اکثریت پر مشتمل ہے، مسلمان وہاں اپنے مذہبی شعائر پر بھی عمل نہیں کر سکتے۔ اُن کی مذہبی آزادی پر طرح طرح کی قدغنیں لگا دی گئی ہیں۔ تاریخی طور پر دیکھا جائے تو چینی انقلاب کے تھوڑے عرصے بعد ہی نہ صرف سنکیانگ بلکہ پورے چین سے اسلام کے خاتمہ کی کوششیں شروع کر دی گئیں۔ چین کے ثقافتی انقلاب (1966-68ء) کے دوران یہ نعرہ لگایا گیا کہ "چین سے اسلام کا خاتمہ کرنا ہے"۔ چنانچہ اس کے بعد مساجد میں تالے ڈال دیے گئے، اذان پر پابندی لگا دی گئی، مسلمانوں کو خنزیر پالنے اور اُس کے ریوڑ چرانے پر مجبور کیا گیا۔ یغور مسلمانوں کی زبان کا رسم الخط عربی ہے۔ اسے ممنوع قرار دے کر چینی رسم الخط زبردستی رائج کیا گیا۔ اسی کا مظہر یہ ہے کہ ان دنوں جبکہ میڈیا پر سنکیانگ کے فسادات زدہ علاقوں کو دکھایا جاتا رہا، کہیں بھی عربی رسم الخط والے سائن بورڈ دکھائی نہیں دیے، اگرچہ 1987ء میں اس پر پابندی رسمی طور پر ختم کر دی گئی ہے۔ 1992ء میں بہت سے مدارس یہ کہہ کر بند کر دیے گئے کہ یہاں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اسلامی رسومات، عبادات، تہواروں، دینی کتب کے مطالعے، اسلامی لباس اور 18 سال سے کم عمر نوجوانوں کے مساجد میں نماز پر پابندی عائد کر دی گئی۔ تدریس کے پیشہ سے منسلک افراد کے لیے داڑھی رکھنا جرم قرار دے دیا گیا۔ اسلام کی تعلیم و تبلیغ کو ممنوع قرار دے دیا گیا۔ اگرچہ مذہبی آزادی پر ناروا اور جابرانہ پابندیوں میں گزشتہ چند سالوں میں نرمی کی گئی ہے، لیکن عطا کی گئی یہ آزادی محض آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ گزشتہ سال پانچ ائمہ مساجد کو ایک عدالت نے سات سات سال سزائے قید سنائی ہے۔ ان کا "جرم" یہ تھا کہ وہ قرآن مجید کے نسخے تقسیم کر رہے تھے اور حج کے لیے گروپ تشکیل دے رہے تھے۔ چین مسلمانوں کو مذہبی آزادی دینے میں کس حد تک سنجیدہ ہے اس کا اندازہ اس بات سے بھی ہو جاتا ہے کہ حالیہ فسادات کے بعد چین نے نماز جمعہ کے اجتماعات پر بھی پابندی عائد کر دی ہے۔ مسلمان شدید خوف و ہراس کا شکار ہیں۔ جو شخص اسلامی تعلیمات پر عمل کرتا دکھائی دے، اسے دہشت گرد سمجھا جاتا ہے۔ اپنے تہذیبی تشخص کی بقا چین سے بے وفائی کا جرم گردانا جاتا ہے۔ سیکیورٹی ادارے بے جا مسلمانوں کو ہراساں کرتے، اور ان پر انسانیت سوز تشدد کرتے ہیں۔ ہر جگہ انہیں شک اور نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

یغور مسلمانوں کی تشویش اور بے چینی کا دوسرا سبب ان کی قومی حیثیت کو لاحق شدید خطرہ ہے۔ سنکیانگ کا صوبہ واضح مسلم اکثریتی علاقہ ہے۔ لیکن حکومت چین عرصہ دراز سے ایسی پالیسیوں پر عمل پیرا ہے، جن سے یغوروں کو اقلیت میں بدل دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے ہن نسل کے چینیوں کو چین کے دوسرے علاقوں سے لا کر یہاں آباد کیا جا رہا ہے۔ یہ ویسا ہی منصوبہ ہے جس کے تحت نیوزی لینڈ، آسٹریلیا اور امریکہ کے مقامی باشندوں "ریڈ انڈین" کا صفایا کر کے وہاں سفید نسل کے لوگوں کو آباد کیا گیا، یا جیسے صیہونی ریاست اسرائیل فلسطینی علاقوں بالخصوص مقبوضہ مغربی کنارے میں دنیا بھر سے یہودیوں کو لا کر آباد کر رہی ہے، جس کے ذریعے فلسطینی باشندوں کو اقلیت میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ چین کی یہ پالیسی گزشتہ ڈیڑھ سو سال سے چلی آتی ہے۔ تاہم 1950ء کے بعد بڑے منظم اور مربوط انداز سے اس کو آگے بڑھایا گیا۔ 1954ء میں چین نے یہاں سنکیانگ پروڈکشن اینڈ کنسٹرکشن کور (XPCC) کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ اس ادارہ کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ آغاز میں ہی اس کے کارکنان اور آفیسرز کی تعداد پونے دو لاکھ تھی، اور 1996ء میں یہ تعداد بڑھ کر دس لاکھ سے بھی تجاوز کر گئی۔ اس ادارے نے اسرائیلی طرز پر سنکیانگ کے مغرب میں چھ نئے شہر تعمیر کیے۔ جن میں ہن چینیوں کو بہت بڑی تعداد میں لا بسایا گیا۔ اس سے ایک تو چین کو اس تحریک میں کامیابی ہوئی جو عرصہ دراز سے وہ "مغرب (سنکیانگ) کا راستہ کھولو" اور "مغرب کو چلو" کے حوالے سے چلا رہا ہے۔ دوسرے اس سے آبادی کا توازن اُس کے حق میں اور یغوروں کے خلاف ہو گیا۔ چنانچہ چینی نسل کے لوگ (ہن) 1940ء میں یہاں محض پانچ فیصد تھے۔ 90 فی صد یغور تھے جبکہ اب ہن چینیوں کا آبادی میں تناسب 40 فیصد ہو چکا ہے اور یغور کم ہو کر محض 45 فیصد رہ گئے ہیں۔ اگر ہن

> سنکیانگ کا صوبہ واضح مسلم اکثریتی علاقہ ہے۔ لیکن حکومت چین عرصہ دراز سے ایسی پالیسیوں پر عمل پیرا ہے، جن سے یغوروں کو اقلیت میں بدل دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے ہن نسل کے چینیوں کو یہاں آباد کیا جا رہا ہے

چینی باشندوں کی سنکیانگ میں آبادکاری کا سلسلہ یونہی جاری رہا' تو تھوڑے ہی عرصہ میں یغور اقلیت میں بدل جائیں گے اور ہن چینیوں کی اکثریت ہو جائے گی۔ 2007ء کی امریکی کانگریس کی رپورٹ کے مطابق حکومت چین ملک بھر سے عوام کو سنکیانگ کی طرف نقل مکانی کی ترغیب دے رہی ہے۔ یغوروں کا کہنا ہے کہ چین کے اس اقدام سے جہاں ایک طرف ان کو اقلیت میں بدلنے کی سازش ہو رہی ہے، وہاں دوسری جانب اُن کے پانی' ان کے معدنی وسائل اور ان کی زرخیز زمینیں بھی اُن سے چھینی جا رہی ہیں' حالانکہ اُن کے مادرِ وطن کے وسائل پر انہی کا حق ہے۔

سنکیانگ کے مسلمانوں کے اضطراب کا ایک اور سبب ان کے لیے ترقی اور وسائل کے دروازے بند کرنا ہے۔ یہ صوبہ قدرتی وسائل سے مالا مال ہے۔ یہاں تیل اور گیس کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں۔ بعض رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ چین کے کل تیل کا ایک تہائی یہاں سے نکلتا ہے۔ یہاں وسیع و عریض چراگاہیں ہیں' جن میں کروڑوں جانور چرتے ہیں۔ چین دھاتوں کا بڑا حصہ بھی یہیں سے حاصل کرتا ہے۔ یہاں چاول' گندم اور چقندر بڑی مقدار میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ زرعی پیداوار مقامی ضروریات کے علاوہ دوسرے علاقوں کو بھی جاتی ہیں اور اس سے چین کو اربوں روپے کا زرمبادلہ حاصل ہوتا ہے۔ ان تمام تر وسائل کے باوجود یہاں کے مسلمان معاشی اور تعلیمی پسماندگی کا شکار ہیں۔ نوے فیصد لوگ خط غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یغوروں میں یہ احساسِ محرومی پایا جاتا ہے کہ ان کے وسائل' ان کی زندگی میں بہتری لانے کی بجائے چین کے دوسرے علاقوں کے لوگوں کی زندگیوں میں خوشحالی لا رہے ہیں۔ اور وہ خود بنیادی انسانی ضروریات سے بھی محروم ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اس بات سے بھی شاکی ہیں کہ سرکاری ملازمتوں میں بھی یغور مسلمانوں کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ اس بات کا ثبوت اس امر سے بھی ملتا ہے کہ 2006ء میں XPCC نے 840 اسامیوں پر 800 ہن نسل کے لوگ بھرتی کیے۔ یغوروں کے حصے میں محض 40 اسامیاں آئیں۔

1992ء میں اسلامی رسومات، عبادات، تہواروں، دینی کتب کے مطالعے، اسلامی لباس اور 18 سال سے کم عمر نوجوانوں کے مساجد میں نماز پر پابندی عائد کردی گئی، اور اسلام کی تعلیم و تبلیغ کو ممنوع قرار دے دیا گیا

یغور مسئلہ کا انتہائی دردناک پہلو اس مسئلہ کے حوالے سے اُمت مسلمہ کی بے حسی ہے۔ امریکہ تو ظاہر ہے' کسی طور اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ وہ تو اپنے مخصوص مفادات کے لیے اسلامی اور کنفیوشش تہذیبوں کو لڑانا چاہتا ہے۔ لیکن اُمت مسلمہ نے اس مسئلہ کے حل کی تدبیر کرنے کی بجائے غفلت بھری پالیسی اپنا رکھی ہے۔ حالیہ مسلم کش فسادات کے حوالے سے صرف ترکی کے وزیراعظم طیب رجب اردگان نے احتجاج کیا ہے' اور ان فسادات کو یغور مسلمانوں کی نسل کشی قرار دیا ہے اور چین سے مطالبہ کیا ہے کہ یغوروں کے جائز حقوق کا احترام کرے۔ ترکی کے علاوہ ساری اُمت خاموشی کی دبیز چادر اوڑھے ہوئے ہے۔ مانا کہ چین کے یورپی ممالک اور امریکہ کے مقابلے میں مسلم دنیا سے بہت اچھے تعلقات چلے آتے ہیں' جو باہمی احترام کے اصول پر قائم ہیں۔ چین کی برآمدات کا بھی مسلم ممالک بالخصوص خلیجی ممالک میں بڑا حصہ ہے۔ پاکستان تو چین کا دیرینہ دوست ہے۔ اس دوستی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ "یہ ہمالیہ سے بلند اور سمندر سے گہری ہے"۔ چین نے نہ صرف اقتصادی و دفاعی میدان میں ہر موقع پر پاکستان کی مدد کی ہے' بلکہ عالمی مسائل میں پاکستان کے موقف کی تائید کی ہے۔ تاہم اس سب کے باوجود چین سے یغور مسئلہ کے حل کے لیے بامعنی بات چیت اور مطالبہ ضرور کیا جانا چاہیے۔ ضروری نہیں کہ چین کے خلاف محاذ کھول لیا جائے اور یغور حریت پسندوں کی اسلحی مدد کی جائے، اس لیے کہ ایسا کرنے سے بہت حد تک امریکی مقاصد کی تکمیل کی راہ بھی ہموار ہو سکتی ہے۔ تاہم جو چیز اُمت مسلمہ کے لیے اس کے دین و ایمان کا لازمی تقاضا ہے یہ ہے کہ وہ یغور مسلمانوں پر مظالم بند کرانے اور انہیں حقوق دینے کے لیے چین پر سفارتی دباؤ ڈالے۔ مسلمانوں کی حکومتیں اور دینی و سیاسی قیادت چینی قیادت کو یہ احساس دلائے کہ وہ اگر "ون چائنہ" کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہے بھی تو بھی وہ مسلمانوں کو بنیادی انسانی حقوق دے' ہر مسلمان کو مشکوک سمجھ کر اس سے دہشت گردوں والا سلوک نہ کرے' مذہبی آزادی پر لگائی گئی ناروا قدغنیں ختم کرے' مسلم اکثریت کے صوبے میں یغور اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کرنے کے لیے ہن چینیوں کی آبادکاری نہ کرے۔ سب سے بڑھ کر اس خطے کو حقیقی معنوں میں داخلی خودمختاری دے' جہاں مسلمان اپنے تہذیبی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے نظریہ حیات اور اپنے قانون کے مطابق آزادی کی فضا میں زندگی بسر کر سکیں۔ چین سے دوستی کی خاطر ایمان کے رشتہ کو قربان نہیں کیا جانا چاہیے۔ دوستی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ نظریات کو بھی قربان کر دیا جائے۔ اچھا دوست تو وہ ہوتا ہے جو اپنے دوست کو ظلم و زیادتی سے منع، اور اس کی خامیوں سے متنبہ کرتا ہے' یہی چین کی اصل مدد ہے۔

چین کو بھی یہ حقیقت جان لینی چاہیے کہ ایک خوشحال' مطمئن اور پرامن سنکیانگ چین کے لیے ایک غریب' بے چین اور انتشار زدہ سنکیانگ سے کہیں بہتر ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی سے چین اور اسلامی دنیا کے درمیان تعلقات مضبوط' پائیدار اور مزید مستحکم ہو سکتے ہیں، اور ان عالمی سازشوں کا بھی قلع قمع ہو سکتا ہے جو امریکہ اور اس کے سرپرست صیہونی چین کے ممکنہ اقتصادی غلبے کے خلاف کر رہے ہیں۔

مسلمانوں کی حکومتیں اور دینی و سیاسی قیادت چینی قیادت کو یہ احساس دلائے کہ وہ اگر "ون چائنہ" کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہے، تو بھی وہ مسلمانوں کو بنیادی انسانی حقوق دے

سو پیاز اور سو جوتے

ڈاکٹر جاوید اقبال چودھری

امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن نے حال ہی میں بھارت کا پانچ روزہ دورہ کیا ہے۔ اس دورے کا مقصد باہمی تعلقات کا دائرہ وسیع کرنا تھا۔ دورے کے دوران انڈیا سے دو اہم معاہدے کیے گئے ہیں۔ ایک معاہدہ کی رُو سے امریکی کمپنیاں ہندوستان کو جدید ترین اسلحہ فروخت کر پائیں گی اور دوسرے معاہدہ کے تحت بھارت میں دو عدد امریکی جوہری بجلی گھر قائم کیے جائیں گے۔ اس کے بعد وہ تھائی لینڈ تشریف لے گئیں۔

غور کیجیے! پاکستان کے حکمران اور جرنیل جو ایک اشارہ پر سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں، اب امریکہ کے نزدیک ان کی یہ حیثیت بھی نہیں رہی کہ پانچ دن تو کیا، پانچ منٹ بھی ان کا آقا یہاں پر گزارے۔ ان کے لیے ہالبروک جیسی تیسرے درجے کی امریکی قیادت ہی کافی ہے۔ ہیلری نے بھارت میں صنعتکاروں اور فلمی اداکاروں تک سے ملاقات کی، لیکن پاکستانی قیادت کو ملاقات کے قابل نہ سمجھا، بلکہ بھارت سے جاتے ہوئے یہ بیان بھی جاری کردیا کہ "نائن الیون کے ذمہ دار پاکستان میں بیٹھے ہیں۔" ؏ تف اے چرخ بریں تف! بھارت آنے سے پہلے بھی محترمہ نے ایک بیان داغا تھا جو نہایت ہی قابل غور اور چشم کشا ہے کہ امریکی عوام ہم سے پوچھتے ہیں کہ اگر القاعدہ قیادت پاکستان میں چھپی بیٹھی ہے تو ہماری افواج وہاں (افغانستان میں) کیا کررہی ہیں۔

ندائے خلافت کے اداریہ نگار جناب ایوب بیگ مرزا نے شمارہ 28 بابت 14 تا 20 جولائی میں ایک روح فرسا خبر دی ہے کہ بھارت نے افغانستان میں پانچ سو افراد کو جن میں پاکستانی، افغانی اور بھارتی شامل ہیں، 25 ملین ڈالر کی لاگت سے ٹریننگ دی ہے کہ کس طرح پاکستان کے ایٹمی اثاثہ جات کو تباہ کرنا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے بش کے دور حکومت میں کونڈو لیزا رائس نے بھی سینٹ کو یہ یقین دلایا تھا کہ ہمارے پاس پاکستان کے ایٹمی اثاثہ جات کو دہشت گردوں کے ہاتھ میں جانے سے بچانے کے لیے ایک پورا پلان موجود ہے۔ اور سابق آرمی چیف جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ نے بھی کچھ عرصہ پہلے یہ انکشاف کیا تھا کہ ایک اسپیشل امریکی فورس تربیلا کے مقام پر موجود ہے، جو کسی بھی وقت سرعت سے ایکشن کرتے ہوئے ہماری ایٹمی تنصیبات پر قبضہ کرسکتی ہے۔

ایک طرف اوپر بیان کی گئی صورت حال ہے اور دوسری طرف ہمارے حکمران اور جرنیل اپنے ہی عوام کے خلاف جنگ میں مصروف ہیں، جو اصل میں امریکہ ہی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے لڑی جارہی ہے۔ اس کے باوجود امریکہ ہم سے خوش نہیں ہورہا۔ سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ جنگ ہمارے ہی پیسوں اور خون پسینہ کی کمائی سے لڑی جارہی ہے، اور حکمران اس کو اپنی جنگ کہہ کر عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق اب تک پاکستان کو اس جنگ کی وجہ سے 40 ارب ڈالر کا نقصان ہوچکا ہے۔ ہماری معیشت زبوں حالی کا شکار ہے۔ ملک اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہے۔ ہیلری کلنٹن پاکستان کی بجائے بھارت کے ساتھ ایٹمی بجلی گھر لگانے کے معاہدے کررہی ہیں۔ اور پاکستانی معیشت کو سہارا دینے کے لیے صرف ساڑھے سات ارب ڈالر وہ بھی پانچ سال کی مدت میں دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ یہ امداد بھی جو ڈیڑھ ارب سالانہ کے حساب سے ہمیں ملے گی غیر مشروط نہیں ہوگی، بلکہ اس کے لیے ہمیں اس شرط پر پورا اترنا ہوگا کہ یہ انڈیا کے خلاف استعمال نہ ہو، صرف امریکہ کے دشمنوں القاعدہ اور طالبان کے خلاف استعمال ہو۔ ہم جس طرح امریکہ کی ہر شرط کو تسلیم کررہے ہیں، اس سے تو یہی دکھائی دیتا ہے کہ ؏ غیرت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے۔

اس تمام صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے یہ خیال آتا ہے کہ سو پیاز اور سو جوتے کھانا شاید ایسے ہی کسی موقع کے لیے کہا جاتا ہے۔ آج کل ہم اور ہمارے حکمران سو پیاز کھانے میں مصروف ہیں۔ ہماری اپنے ہی عوام اور فوج میں تصادم برپا ہے اور ہم اپنے ہی خرچے پر دوسروں کی جنگ لڑ رہے ہیں، اور ساتھ ہی اس پر آنسو بھی بہا رہے ہیں۔ یہ ہے سو پیاز کھانے کا مرحلہ۔ اور جس دن ہم نے یہ پیاز کھانے سے انکار کردیا، تو دوسری طرف سو جوتے بھی تیار ہورہے ہیں جو بھارت اور امریکہ مل کر ہمیں ماریں گے۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں اس بُرے وقت سے بچائے۔ آمین)

صدر جنرل ایوب خان کے زمانے میں جب 1965ء کی جنگ کے بادل منڈلا رہے تھے تو ہمارا ایک فوجی وفد چین گیا، تاکہ بھارت کے خلاف فوجی مدد حاصل کی جائے۔ جب ان کی ملاقات اس دور کی چینی لیڈر چوئن لائی سے کروائی گئی تو انہوں نے وفد سے سوال کیا کہ آپ کو کتنی مدد درکار ہے۔ چین میں متعین پاکستان کے سفیر بھی اس موقع پر موجود تھے۔ ہمارے وفد نے 10 دس دن کے لیے مدد کی درخواست کی۔ چوئن لائی نے دریافت کیا کہ دس دن کے بعد آپ کیا کریں گے؟ ہمارے وفد نے جواب دیا کہ دس دن تک عالمی برادری متحرک ہوجائے گی اور امید ہے کہ جنگ بند ہوجائے گی۔ صدر چوئن لائی نے دوسرا سوال پوچھا، کیا آپ لوگوں نے اس جنگ کے لیے عوام کو تیار کیا ہے؟ کیونکہ عوام دوسری دفاعی لائن ہوتے ہیں۔ ہمارے فوجی وفد نے اس کا کوئی خاطر خواہ جواب نہ دیا۔ شام کو یہ وفد ایک دعوت میں شریک تھا جو پاکستانی سفارت خانے کی طرف سے دی گئی تھی۔ وہاں فوجی وفد میں شامل ایک صاحب فرمانے لگے کہ یہ چوئن لائی بھی عجیب آدمی ہے۔ کیا ہم اسلحہ عوام میں تقسیم کرکے ہڑبونگ مچادیں۔ اس پر ہمارے سفیر سے نہ رہا گیا اور وہ ان صاحب سے مخاطب ہوئے کہ آپ چین آنے سے پہلے چوئن لائی کے بارے میں پڑھ کر نہیں آئے کہ یہ صاحب فیلڈ مارشل ہیں اور "War Mythodology" پر ان کی ایک باقاعدہ تصنیف موجود ہے۔

اس واقعہ سے واضح ہے کہ ہمارے بعض جرنیل حضرات اپنے پیشے میں بھی ماہر نہیں ہوتے اور ان کی تربیت تاج برطانیہ کے دور اور ملک کے حوالے سے ہوتی ہے جو ایک بڑا ملک تھا، اور جس کی معیشت لمبے عرصہ تک جنگ کی متحمل ہوسکتی تھی، جبکہ پاکستان کی صورت حال ایسی نہیں۔ اگرچہ اب ہم ایٹمی قوت ہیں، لیکن روایتی جنگ میں

بہر حال عوام دوسری دفاعی لائن اب بھی ہو سکتے ہیں۔ اس کی مثال آج کے زمانے کے حوالے سے عراق اور افغانستان کی دی جاسکتی ہے۔

میرا یہاں یہ واقعہ بیان کرنے کا مقصد بھی ہے کہ ہمارے عوام کو یہ احساس ہے یا دلایا جارہا ہے کہ جوتے کھانے کا وقت قریب آگیا ہے اور وہ ذہنی طور پر تیار ہیں کہ ہم نے کس طرح اس کا مقابلہ کرنا ہے۔ میرے خیال میں ایسا بالکل بھی نہیں۔ ہمیں "سب اچھا" کی خبریں دی جارہی ہیں، اور بتایا جارہا ہے کہ امریکہ اور ساری دنیا ہمارے ساتھ ہے۔ ہمیں اندر سے خطرہ ہے اور باہر سے ہم پر جارحیت کا کوئی امکان نہیں۔ جبکہ اصل حالات یہ ہیں کہ عوام اور فوج کے درمیان دوری بہت بڑھ چکی ہے۔ عوام میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ فوج امریکہ کی جنگ لڑنے میں مصروف ہے۔ اور یہ کہ وہ ہماری خودمختاری اور ملی غیرت وحمیت کی کماحقہ حفاظت نہیں کرسکتی۔ وہ ڈرون حملوں کو نہیں روک سکتی۔ اور نہ ہماری بہنوں اور بیٹیوں کی عصمت کی حفاظت کرسکتی ہے (ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو کن لوگوں نے امریکہ کے حوالے کیا؟) وہ اپنے اندر امریکہ کو انکار کرنے کی جرأت نہیں رکھتی۔ فوج اپنے ہی عوام کے خلاف لڑتے لڑتے تھک کر Demoralize ہو چکی ہے۔ دور اندیش اور صالح قیادت ختم ہو چکی ہے۔ حکمران امریکی وائسرائے کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ بقول طلعت حسین (صحافی) ہماری قیادت بریف کیس قیادت ہے جو کہ برا وقت آنے پر بریف کیس اٹھا کر باہر بھاگ جائے گی۔

دوسری طرف عوام مہنگائی اور ظالمانہ نظام کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں۔ انہیں صرف روزی روٹی کی فکر لاحق ہے۔ حکمرانوں کو ان کا ذرا برابر احساس نہیں۔ اُن کے خیال میں وہ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ اور واقعی عوام نے نظریۂ پاکستان سے متصادم ظالمانہ نظام پر چپ سادھ کر عملاً اسی کا ثبوت دیا ہے۔ عجیب بات ہے کہ اُن پر ہر طرح کا ظلم ہوتا ہے لیکن وہ بڑے سے بڑے ظلم اور زیادتی کو بھی برداشت کر جاتے ہیں۔ پٹرولیم کی مصنوعات پر حالیہ ظالمانہ ٹیکس جس طرح ہمارے عوام نے قبول کیا ہے یہ ایک خطرناک علامت ہے۔ عوام حکومت اور اپوزیشن دونوں سے مایوس ہو چکے ہیں۔ اور مایوسی بھی اس سطح کی جہاں پہنچ کر انسان کچھ بھی کرنے کے لیے اپنے آپ کو آمادہ نہیں کرپاتا۔

یہ وہ صورت حال ہے کہ جو انتہائی خطرناک ہے۔ یہ کسی بھی حملہ آور اور جارح قوت کے لیے ایک آئیڈیل موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ ہمیں جسمانی طور پر بھی غلام بنالے، کیونکہ ذہنی غلام تو ہم پہلے ہی سے ہیں۔ ایسی Demoralize فوج اور عوام کو تسخیر کرنا زیادہ مشکل نہیں ہوتا۔ اس سازش پر ایک عرصہ سے عمل ہو رہا تھا۔ لگتا ہے کہ اب وہ پایۂ تکمیل کو پہنچنے والی ہے۔ (استغفر اللہ! اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین)

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم جو سو پیاز تو کھا ہی رہے ہیں کیا سو جوتے کھانے سے بچا جاسکتا ہے؟ میری ناقص رائے میں اب بھی وقت ہے۔ توبہ کے دروازے ابھی بند نہیں ہوئے۔ شاید اس لیے کہ طاغوت سے لڑنے والے اب بھی ہم میں موجود ہیں۔ لہٰذا ہم سب عوام اور حکمران اللہ تعالیٰ سے اجتماعی توبہ کریں، اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگیں، اپنے ہی عوام کا قتل بند کریں۔ طاغوت کی "Do More" پر "No More" کہہ دیں اور اللہ تعالیٰ سے کیے گئے عہد کو جو ہم نے اس مملکت خداداد کے حصول کے وقت کیا تھا، پورا کریں، اللہ تعالیٰ کے دین کو پاکستان میں غالب کر کے دکھائیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کی توہین کرنے اور صلیب کو سلیوٹ کرنے کی روش سے باز آجائیں۔ اس سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار سے ہمیں معافی مل جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

میرے بندو، میری رحمت سے مایوس نہ ہونا کہ اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ملتان میں رہائش پذیر انصاری فیملی کو اپنے بیٹے عمر 26 سال، تعلیم بی کام، ڈی کام اور اپنی بیٹی عمر 30 سال، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تعلیم ایم اے، بی ایڈ کے لیے دینی گھرانوں سے دینی مزاج کے حامل رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0306-7383800

☆رفیق تنظیم فیروز الدین میمن، رہائش سکھر، کوئٹہ، عمر 37 سال، تعلیم ایم اے اکنامکس، گورنمنٹ ملازم کو دوسری شادی کے لیے ایسی خاتون کا رشتہ درکار ہے جس کی عمر 37 سال تک ہو، خاتون نے عالمہ فاضلہ، قرآن اکیڈمی سے کورس کیا ہوا ہو اور توحیدی و تحریکی ذہن کی حامل ہو، تاکہ اقامت دین کی جدوجہد میں معاونت کر سکے۔ تنظیم سے وابستہ حافظہ قرآن کو ترجیح دی جائے گی۔ ذات پات، طلاق یافتہ کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0300-9315911

☆ایک دینی گھرانے کی دو بچیاں عمر 23 سال، 25 سال تعلیم ایم اے اسلامیات، ایم ایس سی زوالوجی، پردہ کی پابند کے لیے برسر روزگار دینی مزاج کے حامل لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0300-4530486/042-35773601

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور میں

14 اگست (بروز جمعہ نماز عصر) تا 16 اگست 2009ء (بروز اتوار نماز ظہر)

تربیت گاہ برائے مدرسین

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت

رابطہ: 042-6316638
042-6366638
0333-4311226

ایک عظیم خوشخبری

سیدہ حمیرا مودودی

زیرِ نظر تحریر سید ابوالاعلیٰ مودودی کی صاحبزادی سیدہ حمیرا مودودی کی ہے۔ انہوں نے اس مضمون میں سید نعمت اللہ شاہ بخاری کی اُن پیشن گوئیوں کا تذکرہ کیا ہے جو برصغیر کی تاریخ، تقسیم، پاکستان اور ہندوستان کے موجودہ اور آنے والے حالات سے متعلق ہیں۔ اگرچہ ہمیں بعض باتوں کے بارے میں تحفظات ہیں، تاہم بحیثیت مجموعی یہ پیشگوئیاں چشم کشا ہیں۔ ان میں سے اکثر وہ ہیں جو آج تک درست ثابت ہو چکی ہیں اور بعض کا عالم وجود میں ظاہر ہونا باقی ہے۔ ان کی تصدیق یا تکذیب آنے والا وقت کرے گا۔ افادہ عام کے لیے انہیں ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

حضرت علامہ اقبالؒ "بالِ جبریل" میں بعنوان "زمانہ" ارشاد فرماتے ہیں:

میری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیحِ روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ
ہر ایک سے آشنا ہوں لیکن جدا جدا رسم و راہ میری
کسی کا راکب، کسی کا مرکب، کسی کو عبرت کا تازیانہ
ہوائیں ان کی، فضائیں ان کی، سمندر ان کے، جہاز ان کے
گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر، بھنور ہے تقدیر کا بہانہ
جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا، وہ عالمِ پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ
ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

درحقیقت عراق اور افغانستان زمانہ کے راکب ہیں اور امریکہ و یورپ زمانے کے مرکب ہیں۔ امریکہ اپنے اتحادیوں سمیت خود ہی زمانے کے بھنور میں پھنس گیا ہے۔ اس سے پہلے روس جو زمانے کی سپر پاور تھا افغانستان (جو زمانے کا راکب ہے) میں پھنس کر کنگال اور بے حال ہو چکا ہے۔ اب امریکہ نیٹو سمیت عراق اور افغانستان میں آ پھنسا ہے اور روس کی طرح معاشی اور اخلاقی طور پر کھوکھلا ہو چکا ہے۔ لگتا یوں ہے کہ عراق اور افغانستان کی دلدل میں پھنس کر امریکہ بھی روس کی طرح بکھر کر رہ جائے گا۔ یہ عالمِ پیر مر جائے گا اور جہانِ نو پیدا ہوگا۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ یہ جہانِ نو کیا صورت اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ دینِ حق اسلام دنیا کے ہر دین پر غالب آ کر رہے گا۔ ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا o مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ﴾ (سورۃ الفتح:29،28) اللہ تعالیٰ کا وعدہ بہرحال پورا ہونا ہے۔ جہانِ نو میں اسلام انہی لوگوں کے ہاتھوں غالب آئے گا جن کے اندر صحابہ کرامؓ جیسے اوصاف ہوں گے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ زمانے کے ہم راکب بنیں تو ہمیں اپنے اندر صحابہ کرامؓ جیسے اوصاف پرورش کرنے چاہیے ورنہ عراق افغانستان اور اب غزہ کے بعد شیطانی قوتوں کا اگلا ہدف ہم ہوں گے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ علامہ اقبالؒ کے مردِ درویش جن کو حق نے اندازِ خسروانہ عطا کئے، زمانے کی "تند و تیز ہوا" میں اپنا چراغ جلا رہے ہیں اور جہانِ نو پیدا ہونے کی خوش خبری سنا رہے ہیں۔

ذیل میں سید نعمت اللہ شاہ بخاریؒ کا مشہور لیکن نایاب قصیدہ جو انہوں نے فارسی زبان میں لکھا ہے پیش خدمت ہے۔ یہ قصیدہ خاص طور پر پاکستان، مسلمانانِ ہند اور دنیائے اسلام کے متعلق پیشین گوئیوں سے معمور ہے۔ یہ دو ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ ان میں سے منتخب اشعار جو پاکستان، ہندوستان اور موجودہ حالات سے متعلق ہیں، ان کا ترجمہ ضروری تشریح کے ساتھ حاضر ہے۔

شاہ صاحبؒ کا یہ قصیدہ وائسرائے ہند لارڈ کرزن کے زمانے میں پہلی مرتبہ ممنوع الاشاعت قرار دیا گیا۔ اس کے بعد دوسری مرتبہ جب 6 اگست 1914ء کو جنگ عظیم اول شروع ہوئی تو پھر اس قصیدے کی ضبطی اور عدم اشاعت کے احکامات سختی سے جاری کیے گئے۔ جس کے بعد یہ کلام پھر منظرِ عام پر نہ آیا۔ لیکن دہلی، لکھنؤ اور حیدر آباد کے اکثر شرفاء کے ہاں یہ موجود رہا۔

شاہ صاحب نسباً سید تھے اور آپ کا سلسلہ نبی کریم ﷺ سے جا ملتا ہے۔ آپ بخارا کے رہنے والے تھے اور سیاحت کے سلسلے میں اکثر بخارا سے بدخشاں، سمرقند، تبریز، کشمیر اور ملتان تشریف لاتے تھے۔ آپ علم جفر اور علم الاعداد کے ماہر تھے۔ یہ قصیدہ آٹھ سو بیاسی برس قبل 548 ہجری میں آپ نے تصنیف فرمایا تھا۔ حضرت موصوف کشمیر کے راستے ہندوستان میں وارد ہوئے تھے اور کچھ عرصہ حیدر آباد دکن کے ضلع بیدر میں مقیم رہے تھے، جہاں اس قصیدے کو تصنیف کیا تھا۔ اس زمانے میں ہندوستان میں نہ ابھی مغلیہ سلطنت ہوئی تھی اور نہ ہی سکھ قوم کا کوئی وجود تھا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں

از نجوم ایں سخن نمی گویم
بلکہ از کردگار می بینم

"میں نے یہ باتیں علم نجوم سے نہیں کہی ہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے براہِ راست مکاشفات ہیں، جن کا مشاہدہ مجھے مراقبے میں ہوا ہے۔"

قدرتِ کردگار می بینم
حالتِ روزگار می بینم

"خداوند کریم کی قدرت کے کمالات دیکھ رہا ہوں اور آنے والے زمانے کی حالت کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔"

پارینہ قصہ شویم از تازہ ہند گوید
افتادہ قران دوئم کہ افتد از زمانہ

"قدیم قصے کو نظر انداز کر کے میں ہندوستان کے تازہ آنے والے حالات بیان کرتا ہوں، جو آئندہ ایک ہزار برس میں پیش آنے والے ہیں۔"

صاحب قِران ثانی نیز آلِ گورگانی
شاہی کنند اما شاہی چو رستمانہ

گورگانی (تیموری خاندان) حکمرانی کرے گا۔ ان کی بادشاہی زبردستی کی حکومت ہوگی۔

عیش و نشاط اکثر گیرند جگہ بخاطر
گم مے کنند یکسر آں طرز ترکیانہ

"مغل سلاطین عیش و عشرت کے دلدادہ ہو جائیں گے اور ترکانہ عادات اور سخت جان طرز زندگی یکسر ترک کر دیں گے۔"

مغلیہ حکومت میں اکبر کے بعد اور خصوصاً اورنگ زیب عالمگیر کے بعد سے ان کی اولاد میں عیش و عشرت اور مستی و نشاط کا دور دورہ رہا جس نے اس عظیم سلطنت کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا۔

رفتہ حکومت از شاں آید بغیر مہاں
اغیار سکہ رانند از ضرب حاکمانہ

"ان بے عملی کا شکار شاہانِ مغلیہ کی اولاد کے ہاتھوں سے حکومت نکل کر اغیار (انگریزوں) کے پاس چلی جائے گی اور سات سمندر پار سے آئے ہوئے اغیار (یعنی انگریز) ہندوستان پر قبضہ کر کے اپنا حکم چلائیں گے۔"

1857 میں جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد مغلیہ اقتدار کا خاتمہ ہو گیا اور برصغیر پر انگریز قابض ہو گئے۔

صد سال حکم ایشاں در ملک ہند میداں
من دیدم اے عزیزاں! ایں نکتہ غائبانہ

"ہندوستان پر مکمل قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں کا حکم صرف سو سال ہی چل پائے گا۔ اے میرے عزیزو، تم یہ نکتہ یاد رکھنا۔"

اسی پیشن گوئی کی بنا پر وائسرائے لارڈ کرزن نے اس قصیدے کو ممنوع الاشاعت قرار دیا تھا اور اس کو رکھنے اور پڑھنے پر پابندی لگائی تھی۔

دو کس بنام احمد، گمراہ کنند بے حد
سازند از دل خود تفسیر فی القرآنہ

"ہندوستان میں دو ایسے شخص پیدا ہوں گے جن کے نام میں "احمد" شامل ہوگا۔ یہ اپنے دل سے قرآن کی تفسیریں بنا کر لوگوں کو بے حد گمراہ کریں گے۔"

ان میں سے ایک مرزا غلام احمد قادیانی ہیں اور دوسرے کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

تا چار سال جنگے افتد بہ برِّ غربی
فاتح الف، گردد برجیم، فاسقانہ

"برّ اعظم یورپ چار سال تک سخت جنگ میں مبتلا ہو جائے گا جس میں وہ ملک جس کا نام الف سے شروع ہوتا ہے (انگلستان) ایک دوسرے ملک جس کا نام 'جیم' سے شروع ہوتا ہے (جرمنی) پر مکاری اور ظلم سے فتح پائے گا۔"

یہ جنگ عظیم اول کی پیشن گوئی ہے۔ یہ جنگ 14 اگست 1914ء سے شروع ہو کر 1918ء میں گیارہ بج کر گیارہ منٹ پر ختم ہوئی اور پورے چار سال جاری رہی۔ برطانیہ فاتح اور جرمنی مفتوح ہوا۔

جنگ عظیم باشد قتل عظیم سازد
یک صد وی ویک لک باشد شمار جانہ

"یہ ایک جنگ عظیم ہوگی جس میں قتل عظیم ہوگا اور ایک کروڑ اکتیس لاکھ انسانی جانیں تلف ہوں گی۔"

انگلستان کے تحقیقاتی کمیشن نے سولہ سال کی تحقیقات کے بعد رپورٹ پیش کی کہ جنگ عظیم اول میں ایک کروڑ اکتیس لاکھ انسان قتل ہوئے۔

پس سال بست و یکم آغاز جنگ دوئم
مہلک ترین ز اول باشد بہ جارحانہ

"اکیس برس بعد جنگ عظیم دوئم برپا ہو گی جو اپنی جارحانہ نوعیت میں پہلی جنگ عظیم سے زیادہ مہلک ہو گی۔"

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ پہلی جنگ عظیم 1918ء میں ختم ہوئی اور پورے اکیس سال بعد 1939ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی۔ جانی، مالی نقصانات، طریقہ جنگ اور مہلک ترین اسلحہ کے لحاظ سے یہ پہلی جنگ سے کہیں زیادہ خطرناک تھی۔

آلات برق پیما اصلاح حشر برپا
سازند اہل حرفہ مشہور آں زمانہ

"آسمانی بجلیوں کو مات دینے والے آلات حرب اور حشر برپا کرد ینے والے ہتھیار جو اس زمانے کے سائنسدان ایجاد کریں گے، قیامت برپا کر دیں گے۔"

یعنی بمبار طیارے، ایٹم بم وغیرہ۔

باشی اگر بمشرق شنوی کلام مغرب
آید سرود غیبی برطرز عرشیانہ

"ایجادات ایسی ہوں گی کہ اگر تم مشرق میں رہتے ہو گے تو مغرب کی بات چیت سن سکو گے۔ نغمے اور زمزم آسمانی طریقے پر غیب سے سنائی دیں گے۔"

موجودہ زمانہ میں لاسلکی، ریڈیو، ٹیلیفون وغیرہ اسی ذیل میں آتے ہیں۔

با برق تیغ رانند کوہ غضب دانند
تا آنکہ فتح یابند ازکینہ و بہانہ

"بجلی کی تلواریں چلائیں گے اور غضب کے پہاڑ لڑھکائیں، یہاں تک کہ کینے اور بہانے سے مد مقابل پر فتح پائیں گے۔"

یعنی ہلاکت آفرین بم پھینکیں گے اور کوہ غضب لڑھکانے سے ہو سکتا ہے، اشارہ ایٹم بم کی طرف ہو، جو جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر گرائے گئے۔ برلن پر شدید بمباری کی گئی جس کے بعد جاپان اور جرمنی نے ہتھیار ڈال دیے۔

ایں غزوہ تا بہ شش سال ماند بہ دہر پیدا
پس مرد ماں بہ میرند ہر جا ازیں بہانہ

"یہ جنگ اس روئے زمین پر چھ سال تک جاری رہے گی اور ہر جگہ انسانوں کی موت کا بہانہ بن جائے گی۔"

دوسری جنگ عظیم 30 دسمبر 1939ء کو شروع ہو کر 9 مئی 1945ء تک جاری رہی۔

نصرانیاں باخود ہندوستاں سپارند
تخم بدی بکارند از فسق جاودانہ

"انگریز ہندوستان سے اپنی حکمرانی چھوڑ کر چلے جائیں گے لیکن اپنی کینہ برائیوں کا بیج ہمیشہ کے لیے بو جائیں گے۔"

تقسیم ہند گردد در دو حصص ہویدا
آشوب و رنج پیدا از مکر و از بہانہ

"ہندوستان کی تقسیم دو حصوں میں ہو جائے گی مگر مکر و بہانہ سے باہمی رنج اور فسادات پیدا ہو جائیں گے۔"

نعمت اللہ بخاریؒ پیشن گوئی فرماتے ہیں کہ ہندوستان دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ پاکستان کے لئے اس قصیدے میں "خطۂ غربی" اور "سندھ" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ جغرافیائی لحاظ سے دریائے سندھ کا بالائی میدان پنجاب ہے اور زیریں میدان سندھ ہے۔ دریائے سندھ کے مغرب میں سرحد اور بلوچستان کے صوبے ہیں۔ لہٰذا 548ھ میں یعنی آٹھ سو بیاسی برس قبل پاکستان کے قیام کی خوشخبری دی جا رہی ہے۔ ہندوستان کے لیے لفظ "ہند" استعمال کیا گیا ہے۔ ہم نوسٹر ڈاموس کی پیشین گوئیاں تو بہت شوق سے پڑھتے ہیں لیکن افسوس کہ اپنے اسلاف کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے۔

ہندوستان دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور پنجاب اور بنگال کی تقسیم میں جو بے انصافیاں جھوٹ اور مکر و فریب سے کی گئیں بعد میں پورے ہندوستان میں شدید ترین فسادات اور قتل و غارت کا موجب بنیں۔

قہر عظیم آید بہر خدا کہ شاید
اجرا خدا بہ سازد یک حکم قاتلانہ

"ہندوستان کی تقسیم کے وقت ایک قہر عظیم برپا ہو جائے گا، گویا حکم قاتلانہ صادر ہو گیا ہو۔"

پنجاب، دہلی، کلکتہ اور بہار غرض ہندوستان کے اکثر مقامات میں بے دریغ انسانی قتل ہوا۔

کشتہ شوند مسلم افتاں شوند خیزاں
از دست نیزہ بنداں یک قوم ہندوانہ

"مسلمان بکثرت قتل ہوں گے۔ افتاں و خیزاں بھاگیں گے۔ سخت تباہ حال اور پریشان ہوں گے۔ ہندوؤں ہی کی قوم سے ایک نیزہ بند گروہ پیدا ہوگا جو مسلمانوں کا قتل عام کرے گا۔"

اس میں اشارہ اس قتل عام کی طرف ہے جو ہجرت کے وقت سکھوں نے مسلمانوں کا کیا۔ شاہ صاحبؒ کے زمانے میں ابھی سکھ قوم وجود میں نہیں آئی تھی۔ سکھ قوم کے بانی گرونانک شہنشاہ اکبر کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے اور آپؒ یہ اشعار اکبر کے زمانے سے کئی سو سال قبل لکھ رہے ہیں۔ سکھ چونکہ ہر وقت کرپان سے مسلح رہتے ہیں، اس لئے آپ نے سکھ قوم کو ایک "گروہ نیزہ بنداں" کا نام دیا ہے۔

ارزاں شود برابر جائیداد و جان مسلم
خوں می شود روانہ چوں بحر بے کرانہ

"مسلمانوں کی جان و مال اور جائیدادیں برابر کی سستی ہو جائیں گی۔ ان کا خون (باقی صفحہ 17 پر)

نائن الیون سے بہت پہلے

طالبان حکومت کے خاتمہ کی منصوبہ بندی

ترجمہ: نعیم

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب

Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade

کا قسط وار اُردو ترجمہ

افغانستان پر حملہ (اور طالبان کی اسلامی حکومت کے خاتمہ) کے منصوبے کے پہلے سے طے شدہ ہونے کے متعلق بہت ہی قابل یقین معلومات دستیاب ہیں، جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

"Janes Intelligence Review" کے مطابق انڈیا نے مارچ 2001ء میں امریکہ کے افغانستان کے خلاف منصوبوں میں شرکت اختیار کی تھی۔ راہول بیدی کی رپورٹ "India Joins Anti Taliban Coalition" کے مطابق "افغانستان میں طالبان حکومت کے خلاف روس، ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور ایران کے متحدہ محاذ میں بھارت کی شرکت یقینی امر ہے"

شیریں مزاری نے جو اسلام آباد میں انسٹی ٹیوٹ آف سٹریٹیجک سٹڈیز میں بطور ڈائریکٹر کام کرتی ہیں، (اب اپنے بے لاگ تجزیوں کی بنا پر انہیں وہاں سے فارغ کر دیا گیا ہے۔ از مترجم) "دی نیوز" کی اشاعت بابت 23 اگست 2001ء میں لکھا "........امریکہ دھیرے دھیرے طالبان حکومت کے خلاف فوجی کارروائی کی طرف گامزن ہے۔ اس کی اُسامہ کو حاصل کرنے کی پہلے کی گئی کوشش بُری طرح ناکام ہونے کا اُسے سخت صدمہ ہے۔ کیوں نہ ہو، وقت کی واحد سپر پاور چند بدحال افغانوں کی ٹولی سے جو اپنے آپ کو طالبان کہلواتے ہیں، اُسامہ کو حاصل نہ کر سکی۔ اب امریکہ اس جال کو وسیع کر کے اُسامہ کی بجائے طالبان پر ہاتھ ڈالنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ یہ عمل طالبان پر پابندیاں لگانے کے ساتھ ہی شروع ہوا، جبکہ فرانس، روس اور بھارت نے شمالی اتحادیوں کو پوری طرح مسلح کرنا شروع کر دیا ہے۔ پابندیوں کے ساتھ ساتھ امریکہ نے افغان شہریوں کو امداد براہ راست دینا شروع کر دی ہے، تا کہ طالبان حکومت کو اندر سے مضمحل کیا جا سکے۔ یہ تمام اقدامات امریکہ کے لئے طالبان کو بے دخل کرنے میں بار آور ثابت نہ ہو سکے۔"

امریکی منصوبوں کے آثار بہت پہلے سے نمایاں تھے۔ 7 فروری 2001ء کو سی آئی اے کے ڈائریکٹر جارج ٹینٹ نے انٹیلی جنس سلیکٹ کمیٹی کو بتایا: "ہمارا گزشتہ سال کے دوران مشاہدہ بتاتا ہے کہ افغانستان اندرونی توڑ پھوڑ اور بربادی کی طرف جا رہا ہے، کیونکہ افغان سول وار مستقبل میں جاری رہے گی۔ دوسرے فرقوں اور شیعہ اقلیت کی مخالفت کے باوجود طالبان اپنا ریڈیکل اسلام تمام افغانستان پر ٹھونسنا چاہتے ہیں۔ یہاں کی افراتفری کا ماحول، منشیات کے کاروباری عناصر اور کشمیر، چیچنیا اور وسطی ایشیائی ریاستوں میں مصروف عمل شدت پسند اسلامی گروپوں کے لئے ایک پناہ گاہ مہیا کر رہا ہے۔" ٹینٹ کے اور بھی کئی بیانات موجود ہیں۔ طالبان کے خلاف جنگی مہم کو دوام دینے کے لئے ٹینٹ کے ذہن میں کم از کم دو پلان موجود تھے، جنہیں نیشنل سیکیورٹی پریذیڈنشل ڈائریکٹیو اور 80 ممالک پر مشتمل حملہ پلان سے موسوم کیا گیا تھا۔ موخر الذکر کو "The World Wide Attack Matrix" کا نام بھی دیا گیا۔

جنوری 2002ء کے واشنگٹن پوسٹ نے لکھا کہ "سی آئی اے ڈائریکٹر ٹینٹ احساسِ فکر مندی کے ساتھ لانگلے (سی آئی اے ہیڈ کوارٹر) میں مصروف عمل رہنے کے بعد شمالی اتحاد کے لئے امداد کی جو سفارش کی، اس میں نقد رقم، انٹیلی جنس سروس، حفاظتی سامان اور سردی کے کپڑے شامل تھے، جن کی مالیت 125 تا 200 ملین ڈالر تھی۔

18 ستمبر کے واشنگٹن پوسٹ میں باب ووڈ ورڈ نے لکھا کہ "افغانستان میں سی آئی اے کے پیرا ملٹری یونٹس گزشتہ 18 مہینوں سے موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ جنوبی افغانستان میں طالبان کے زیر اثر علاقوں میں قبائلی اور جنگجو سرداروں کے اشتراک میں اپنے ایک اچھے خاصے نیٹ ورک کے قیام کے لئے کام کر رہے ہیں۔" یہ بات اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ امریکہ کتنی طویل اور پہلے سے طے شدہ جنگ کو افغانستان پر مسلط کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

ازبکستان نے بھی بعد میں اعتراف کیا کہ وہ گزشتہ دو تین سال سے امریکہ کے ساتھ مل کر طالبان حکومت کے خلاف درپردہ آپریشن میں مصروف رہا ہے، اور اُس نے امریکی افواج کی وسط ستمبر 2001ء میں ایک بڑی فوجی مشق کے متعلق بھی بتایا۔ دراصل 1999ء کے دوران سی آئی اے کو افغانستان میں ایک متروک ہوائی میدان ملا تھا، اور اس نے اس میدان میں اپنے ایجنٹوں کو اُتارنے اور چڑھانے کا منصوبہ بنایا تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس میدان کو بعد میں جنگ کے ابتدائی عرصے میں آپریشن بیس کے طور پر زیر استعمال رکھا گیا۔ اسی سال سی آئی اے اور این ایس اے نے ایک مشترکہ منصوبے کے تحت افغانستان میں القاعدہ کے کمیونیکیشن سسٹم کی رینج میں سماعی آلات نصب کر دیئے۔

> **نائن الیون سے دو ماہ پہلے ایک امریکی اہلکار نے پاکستان کے سابق سفارت کار نیاز اے نائیک کو بتایا کہ برف باری شروع ہونے سے پہلے زیادہ سے زیادہ وسط اکتوبر تک امریکہ افغانستان پر حملہ کر دے گا**

قابل اعتماد مغربی ذرائع کا کہنا ہے کہ امریکہ نے 2001ء کے موسم گرما کے اختتام پر حملہ کے لئے ایک عارضی پلان تیار رکھا تھا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ جب گرفتار شدہ اُسامہ کو افغانستان سے اُٹھانے کے لئے ہوائی میدان کا تعین اور القاعدہ کے کمیونیکیشن سسٹم کی مانیٹرنگ کا انتظام ہو چکا تھا تو پھر تو اُسامہ کی گرفتاری بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ پھر کیوں اُسے نہ پکڑا گیا اور نہ مارا گیا اور نہ 9/11 کے کچھ نشان بظاہر حاصل کئے جا سکے۔ جواب

بالکل سادہ ہے وہ یہ کہ مقصد اُسامہ کی گرفتاری تھا ہی نہیں بلکہ طالبان ہی اصل ہدف تھے۔

1999ء کے اواخر میں سی آئی اے کے ڈائریکٹر جارج ٹینٹ کا بیان آیا تھا کہ سی آئی اے نے افغانستان اور دوسرے ملکوں میں اُسامہ اور اُن کے قریبی ساتھیوں پر ہاتھ ڈالنے کے لئے اپنے ایجنٹوں کا ایک نیٹ ورک قائم کیا ہوا ہے۔ 9/11 کے وقوعہ کے بعد جارج ٹینٹ نے کہا" یہ انسانی نیٹ ورک اور سازو سامان کی بہم رسانی کے انتظامات دراصل اس لئے ہیں کہ جب (اکتوبر 2001ء) طالبان حکومت گرانے اور القاعدہ کو تباہ کرنے کے لئے فوجی کارروائی کی جائے تو ہمارے پاس تفصیلی معلومات اور سازوسامان کی پوری کھپت موجود ہو، تا کہ اس سے مہم کی تکمیل میں پوری مدد مل سکے۔" ایک اوسط ذہن کا آدمی بھی یہ بتا سکتا ہے کہ اتنی وسیع تیاریاں کسی بھی صورت میں اُسامہ کی گرفتاری کے لیے نہیں ہوسکتیں، جن کا اب تک کوئی ٹھکانہ معلوم نہ ہوسکا، جبکہ اصل مدعا یعنی طالبان حکومت کا خاتمہ حاصل کیا جاچکا ہے۔ وسطی ایشیاء میں اپنے اثر ورسوخ کے نفوذ کے لئے 2000ء کے اوائل میں خاموشی کے ساتھ امریکہ نے کرغیزستان، ازبکستان اور قزاقستان کے ساتھ فوجی سطح پر مضبوط تعلقات قائم کئے۔ ان ملکوں کے فوجیوں کو امریکہ تربیت دے رہا تھا۔ اس مقصد کے لیے تینوں ملکوں کو تین امریکی ریاستوں کے نیشنل گارڈز کے ساتھ فوجی روابط کے لئے منسلک کیا گیا۔ قزاقستان کو اریزونا، کرغیزستان کو مونٹانا اور ازبکستان کو لوسیانا سٹیٹ کے ساتھ نتھی کیا گیا۔ ان ملکوں نے نیٹو (NATO) کے Partnership of peace" programme" میں بھی شرکت کی۔

اپریل 2000ء میں امریکہ نے عراق پر از سر نو حملہ کرنے کے لیے خلیج کی ریاست قطر میں واقع اپنے العدید ملٹری بیس کی توسیع کے لئے بلین ڈالرز کی منظوری دے دی۔ یہ نیا ہیڈ کوارٹر دراصل متعدد ماڈلر (Modular) عمارات پر مشتمل کمپلیکس تھا، جو جنرل فرینکس کو انہی کاموں کو قطر میں سرانجام دینے کی سہولت دے رہا تھا جو وہ ٹامپا (Tampa) میں کر رہا تھا۔ یاد رہے کہ ٹامپا مغربی فلوریڈا میں خلیج ٹامپا پر واقع بندرگاہ ہے۔ قطر میں یہ چھاونیاں علاقائی ہیڈ کوارٹرز کے طور پر استعمال کی جانے لگیں۔ 1990 کے دوران اس ریجن میں اس طرز پر درجنوں سہولیات کا انتظام کیا گیا۔ ان کی اہمیت کا اعتراف بعد میں بش نے ان الفاظ میں کیا تھا۔" قطر کی ان چھاونیوں نے ہمیں افغانستان میں طالبان اور القاعدہ کے خلاف فیصلہ کن حملوں کے سلسلہ میں اپنی فورسز کو کمان کرنے میں وہی مدد دی ہے جو ہم ٹامپا ہیڈ کوارٹر سے لے رہے تھے۔"

واشنگٹن پوسٹ کی 19 دسمبر 2000ء کی رپورٹ کے مطابق امریکی، روسی اہلکاروں کے ساتھ افغانستان پر فوج کشی کے لئے سلسلہ جنبانی شروع کر چکے تھے۔ اس سلسلہ میں اسسٹنٹ سیکرٹری آف سٹیٹ کارل انڈر فرتھ بھارتی حکومت میں روسی دوستوں سے اس بات پر مشورہ کر رہے تھے کہ طالبان کی جگہ کس قسم کی حکومت لائی جائے۔ بظاہر افغان مسئلہ کے فوجی حل کی مخالفت کا لبادہ اوڑھ کر امریکی حکومت پورے افغانستان کو کنٹرول کرنے والی (طالبان) حکومت کے خلاف ایسی فرضی حکومت قائم کرنے کی سازش کرنے چلی، جس کا کاغذ پر بھی کوئی وجود نہیں تھا۔ امریکہ، بھارت، روس اور ایران کا طالبان کے خلاف گٹھ جوڑ کا تذکرہ جینز انٹیلیجنس ریویو کے حوالہ سے پہلے ہو چکا ہے۔

اژانس فرانس پریس نے جائنٹ فورسز کے چیف جنرل کرنان کی طرف سے 11 ستمبر 2001ء کے بعد" آپریشن بحالی آزادی" کے متعلق دی گئی تفصیلات کی رپورٹ دی، جبکہ مرکزی کمان میں اس رپورٹ کا جائزہ مئی 2001ء میں لیا گیا تھا۔

امریکی جنرل ٹومی فرینکس جو بعد میں قابض افواج کا چیف بنا دیا گیا، تاجکستان کے دورہ کے دوران اُسے فوجی امداد کی پیشکش کر چکا تھا۔ فرینکس اس سے پہلے بھی محکمہ دفاع کے بعض دیگر افسروں کے ساتھ ستمبر 2000 میں وہاں کا دورہ کر چکا تھا۔ اخبار" گارڈین" کے مطابق کرغیزستان میں سپیشل دستے امریکی رینجرز کے زیر تربیت رہے تھے۔

"نیوز ان سائٹ" نامی رسالہ کے 28 جون 2001ء کے شمارہ میں بھارتی حکومت کی افغانستان پر امریکہ کے مجوزہ حملہ کی توشیش کا ذکر ہوا تھا۔ مضمون کا نچوڑ یہ تھا کہ اگر اقتصادی پابندیاں افغان بنیاد پرست حکومت کو جھکانے میں ناکام رہیں تو بھارت، ایران اور روس محدود فوجی آپریشن کے لیے امریکہ کی مدد کریں گے۔ اس سے پہلے" آزاد ریاستوں" کی کنفیڈریشن کی ایک میٹنگ میں روسی صدر پیوٹن نے بھی اس حملہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس میں ازبکستان اور تاجکستان کے اڈوں اور فوجوں کے علاوہ اپنی (یعنی روسی) شراکت کا بھی تذکرہ کیا تھا۔

پاکستان کے ایک سابق سفارتکار نیاز اے نائیک نے بتایا کہ وسط جولائی 2001ء میں اُنھیں ایک سینئر امریکی اہلکار نے برف باری شروع ہونے سے پہلے زیادہ سے زیادہ وسط اکتوبر تک افغانستان پر چڑھائی کے منصوبہ کے متعلق بتایا ہے۔ اس نے مزید بتایا کہ افغانستان پر برین سٹارمنگ (Brain Storming) کے سلسلہ میں پس پردہ کانفرنسوں کے سلسلے کا یہ تیسرا اجلاس تھا، جس کا طالبان نے کشیدہ حالات کے مزید بدتر ہونے کے اندیشہ کی وجہ سے بائیکاٹ کیا، جبکہ پہلے دو اجلاسوں میں ان کے نمائندے شرکت کر چکے تھے۔ تاہم پاکستانی آئی ایس آئی اجلاس سے متعلق طالبان کو اطلاعات فراہم کر رہی تھی۔ اجلاس میں لی کولڈرن نے بش کے ذمہ داروں کا ایک پیغام بھی پہنچایا۔ بعد میں اس نے بتایا کہ طالبان سے امریکی بیزاری اور اس کے نتیجے میں فوجی کارروائی پر گفتگو کی گئی۔ نیاز اے نائیک کے مطابق امریکہ کسی صورت حملہ کا منصوبہ ترک نہیں کرے گا، خواہ طالبان فوری طور اُسامہ کی حوالگی پر تیار ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ اس اجلاس میں طالبان کو ایک خصوصی الٹی میٹم یہ دیا گیا کہ وہ کارپٹ گولڈ (ڈھیروں سونا) قبول کریں یا کارپٹ بمبنگ کیلئے تیار ہوجائیں۔ نیاز اے نائیک کا کہنا ہے کہ یہ بیان ٹام سائمن (Tom Simon) نے دیا، جبکہ ٹام خود یہ دعویٰ کرتا ہے کہ" یہ بیان امریکی شرکاء میں سے کسی ایسے شخص کا ہوگا جو زیادہ پینے کی وجہ سے ہوش وحواس کھو چکا ہو"۔ اجلاس کے شرکاء اس سے انکار کرتے ہیں کہ" پائپ لائن" اس اجلاس کا کوئی موضوع تھا بھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ تھیوری ہی غلط ہے کہ امریکہ طالبان حکومت کو گیس پائپ لائن اور معدنی ذخائر تک رسائی کی خاطر گرانا چاہتا تھا۔

2001ء کے موسم گرما کے دوران امریکی ڈیفنس سیکرٹری رمزفیلڈ نے قدیم امپائر میسی ڈونیا، روم اور منگولز کے متعلق ایک سٹڈی کرائی، تا کہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ وہ کس طرح اپنی بالادستی برقرار رکھنے میں کامیاب رہے تھے۔

9 ستمبر 2001ء کو القاعدہ کو روئے زمین سے اُکھاڑ پھینکنے کے لیے ایک گیم پلان بش کی منظوری کے لیے پیش کیا گیا جس میں القاعدہ کے خلاف افغانستان میں فوجی کارروائی کے علاوہ سفارتکاری کے مختلف پہلوؤں کا بھی احاطہ کیا گیا تھا۔ این بی سی نیوز رپورٹر جم وسکی کے مطابق یہ وہی وار پلان تھا، جسے 9/11 حملوں کے بعد زیر عمل لایا گیا۔ امریکی انتظامیہ کا رد عمل کے طور پر حملہ اس وجہ سے اتنا فوری طور ممکن ہوسکا کہ اسے ایک بنے بنائے پلان پر عملی اقدام کرنا تھا اور بس۔ (جاری ہے)

گھر کا بھیدی

ڈاکٹر شاہد مسعود

"کیا پارٹی پارٹی لگا رکھا ہے؟ میں جیل میں تھا تو یہ سب کہاں تھے؟ یہ تو میرے دوست تھے، جنہوں نے تب میرا ساتھ دیا! جو میرے ساتھ تمہاری پارٹی نے کیا، وہی اب میں اس کے ساتھ کروں گا۔" (ایوانوں پر قابض طاقتور ترین شخصیت کا ایک حالیہ تاریخی مکالمہ)

ملک کی سب سے بڑی اور مقبول ترین جماعت کو اگر اس کے بانی قائد کی پھانسی کے بعد اگلی کئی دہائیوں تک راج کرتی Establishment کا بانی جنرل ضیاء الحق ختم کرنے میں ناکام رہا، اگر اس کی پیٹھ میں چھرا گھونپتے، مشکل ترین دور میں بھٹو خاندان کو دغا دیتے غدار اسے برباد نہ کر سکے، اگر جیلیں، لاٹھیاں، کوڑے، شاہی قلعے اور پھانسیاں اس کے جیالوں کی دھمادھم مست قلندر کی تھاپ مدھم نہ کر سکیں اور مطلق العنان پرویز مشرف اسے ختم کرنے کی کوششوں میں لالچ اور دھمکیوں سے اس میں دراڑیں ڈالنے کی کوشش کرتا، اس کی قائد کی شہادت کے بعد خود بھی فنا ہو گیا تو پھر Establishment کے ساتھ بیرونِ ملک باہمی مفادات کا تحفظ کرتا ایک چھوٹا سا عیار اور جرائم پیشہ ٹولہ، لاکھوں کارکنوں کے سر پر مسلط ہونے کے بعد ان خیالات اور مقاصد کے ساتھ کس طرح اسے تباہ کر سکتا ہے؟

بھٹو صاحب کے عدالتی قتل کے بعد بیگم نصرت بھٹو اور محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے آستین کے سانپوں سے ڈسے جانے کے بعد اپنے جاں نثاروں اور وفاداروں پر مشتمل ان رفقاء کو اپنے ارد گرد جگہ دی تھی جو مخلص ہونے کے ساتھ ساتھ کسی نہ کسی خصوصیت یا خوبی کے حامل ضرور تھے۔ معاشرے میں ان کی قدر اور کارکنوں تک ان کی ہر لمحہ دسترس تھی۔ خواہ طلبہ رہنما ہوں یا خواتین، نوجوان، مزدوروں اور وکلاء شعبہ جات سے وابستہ متوسط طبقے کے پرجوش نظریاتی شعلہ بیان اور جذباتی لگاؤ رکھتے انتہائی قابلِ احترام سمجھے جاتے، اپنے حلقوں سے پیپلز پارٹی کا علم بلند رکھتے وہ جواہرات، ہیرے اور نگینے جنہوں نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں، روزگار برباد کر دیئے اور جوانیاں نچھاور کر کے بدترین حالات میں بھی اپنی قیادت کی عزت و توقیر میں کبھی کمی نہ آنے دی اور ہر بار مخالفین کو ذلیل و رسوا ہونے پر مجبور کر دیا!!!

محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کا حلقہ احباب کس قدر وسیع تھا، بے شمار دوست، بچپن کی سہیلیاں، خاندانی مراسم۔ لیکن انہوں نے ہمیشہ پیپلز پارٹی کے معاملات کو الگ تھلگ رکھا۔ کب ایسا ہوا کہ انہوں نے اپنے اسکول کی سکھیوں کو ناہید خان اور صفدر عباسی یا منور سہروردی شہید جیسے بے لوث وفاداروں پر فوقیت دی ہو۔ عوام میں جاتیں تو دور دور سے آنکھوں میں امید کے دیئے جلائے بے کس و بے سہارا عوام ہاتھوں میں درخواستیں تھامے، ان تک پہنچنے کی کوشش اور انہیں دیکھنے کی ایک خواہش میں میلوں دور سے آ کر گھنٹوں جلسوں جلوسوں کی دھول بنے رہتے لیکن اکثریت خوش و خرم دعائیں دیتی لوٹتی! کسی کے پاس محترمہ کے ساتھ تصویر، کوئی ان سے اپنی درخواست پر دستخط کروانے میں کامیاب ہو جاتا، کسی کی جانب صرف محترمہ کی ایک مسکراہٹ اور اس کے جذبے پر تعریف کرتا ایک اشارہ ہی کافی ہوتا، وہ گھل مل جاتیں، خدا جانے کس کس کے مسائل ...... دکھ، غم، پریشانیاں اور بے روزگاریاں بیان کرتے کاغذات، جن سے ٹپکتی حسرتیں ...... بے نظیر بھٹو کے غالباً ذہن میں نقش ہو جاتیں اور وہ جب خود اس قدر بوجھ موقع پر سنبھال نہ پاتیں تو ناہید خان کو تھماتیں، بعد میں ان پر غور کرنے کا جب وعدہ کرتیں تو ہر کارکن کو یقین ہوتا کہ ان کی قائد...... گھپ اندھیروں میں اس کی زندگی میں ایک شمع بن کر ضرور روشنی پھیلائے گی! ہمیشہ ایسا نہ ہوتا لیکن امید...... جیالوں کے حوصلے بلند رکھتی اور یہی وہ پیپلز پارٹی تھی...... جو درست معنوں میں اس ملک کی واحد عوامی جماعت بن کر چاروں صوبوں میں معاشرے کے نچلے سے نچلے طبقے تک اپنی جڑیں مضبوط کرتی چلی گئی۔

"کیا پارٹی پارٹی لگا رکھا ہے؟ میں جیل میں تھا تو یہ سب کہاں تھے؟ یہ تو میرے دوست تھے، جنہوں نے تب میرا ساتھ دیا! جو میرے ساتھ تمہاری پارٹی نے کیا، وہی اب میں اس کے ساتھ کروں گا" موصوف فراموش کر رہے ہیں کہ پیپلز پارٹی کے قائدین اور کارکن تب اپنی قائد کی ہدایات پر فعال تھے۔ ان کا کسی بھی شخص سے ملاقات کرنا، اس کے لیے تحریک چلانا، جلسے کرنا، جلوس نکالنا یا مظاہرے کرنا محترمہ کی مرضی سے مربوط تھا۔ ناہید خان اگر زرداری صاحب سے زیادہ محترمہ کا اعتماد رکھتی تھیں تو یہ محترمہ کا اپنا فیصلہ تھا اور اگر وہ موصوف پر نظر رکھنے کے لئے کسی کو بھی کوئی ذمہ داری تفویض کرتی تھیں تو یہ بھی محترمہ کی مرضی ہوا کرتی تھی۔ میں ذاتی طور جنرل مشرف کے ساتھ محترمہ بے نظیر کی جانب سے ہوتے NRO کا تب بھی شدید ترین مخالف تھا اور کئی ایسی ملاقاتیں جن میں چند اہم غیر ملکی شخصیات بھی شریک تھیں اور جن کے گواہ ڈاکٹر صفدر عباسی سمیت پیپلز پارٹی کے دوسرے رہنما بھی ہیں ...... میں خلیجی ریاستوں میں ہوتی اس افہام و تفہیم پر مسلسل اپنے اختلاف سے محترمہ کو آگاہ کر رہا تھا اور انہی دنوں NRO طے پانے کی خبر سن کر جنرل (ر) نصیر اللہ جیسے با اصول شخص کا علانیہ خود کو خاموشی سے پیپلز پارٹی کی سیاست سے علیحدہ کرنا، میں آج کی بے مقصد چاپلوس سیاست میں ایک درخشاں مثال تصور کرتا ہوں۔ لیکن NRO کا ایک دلچسپ معاملہ شاید بہت سے پیپلز پارٹی کے کارکنوں کے علم میں نہیں! نتیجتاً بہت سے فائدہ اٹھاتے اکابرین میں سے اکثریت جو آج زرداری صاحب سمیت ملک کے اہم ترین عہدوں پر مسلط ہے، یہ محترمہ کے حیات ہونے کی

> بھٹو کی سالگرہ مناتا کریم خواجہ کہاں دھکے کھا رہا ہے اور منی لانڈرنگ سے وابستہ شوکت ترین قوم کو IMF اور ورلڈ بینک کے چنگل میں دھکیل کر پہلے وزیر مشیر...... پھر سینیٹر اور پھر پیپلز پارٹی میں شمولیت اختیار کر رہا ہے؟

صورت شاید ایوانوں تک دسترس کی ہمت بھی نہ رکھتی۔ زرداری صاحب کو محترمہ نے پیپلز پارٹی میں طلبہ کو منظم کرنے کی ذمہ داری تفویض کرنے کے علاوہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں یہ ہدایت دی تھی کہ آپ دبئی میں رہ کر بچوں کی نگرانی کریں۔ زرداری صاحب جو NRO طے پانے کے بعد اچانک نیویارک سے اپنا دل کا

عارضہ ختم کرکے واپس دوبئی آچکے تھے......انہیں محترمہ کی وطن واپسی سے پہلے صرف ایک انتہائی محدود حد تک سیکیورٹی انتظامات میں ملوث کرنے کی یوں کوشش کی گئی کہ وہ کارکنوں کے ہجوم میں بے کار اور بے مقصد بیٹھے نظر نہ آئیں۔ دوبئی کے گھر میں مہمانوں کے لئے دو مختلف حصے مخصوص تھے اور جس چھوٹے کمرے میں زرداری صاحب اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر خوش گپیاں کرتے، اس تک صرف گھر کے پچھلے دروازے سے پہنچ تھی۔

پیپلز پارٹی کے تمام اہم قائدین مکان کے اگلے حصے سے داخل ہوکر محترمہ کے ساتھ بڑے ڈرائنگ روم میں پارٹی اجلاس منعقد کیا کرتے، جہاں زرداری صاحب اور ان کے موجودہ اہم عہدوں پر فائز دوستوں کو محترمہ کی جانب سے قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی۔ وطن واپسی کے بعد کچھ بظاہر انتہائی اہم نظر آتے کردار بھی محترمہ ختم کرنے جارہی تھیں اور وہ جن کے بارے میں محترمہ کو یقین تھا کہ یہ ان سے زیادہ مخالفین کے وفادار ہیں اور صرف درمیان میں آکر مذاکرات کی حد تک محترمہ کے قریب تصور ہورہے تھے۔ محترمہ ان کے بارے میں بڑے واضح خیالات رکھتی تھیں جو بطور سیکیورٹی ایڈوائزر محترمہ کی شہادت میں مشکوک ترین افراد کی فہرست میں اول نمبر پر ہیں، وہ تب محترمہ کے ذہن میں اگلے مستقبل کے وزیر داخلہ ہوتے تو کم از کم قومی اسمبلی کا ٹکٹ تو حاصل کرنے میں کامیاب رہتے!!!

وہ جو پٹرولیم کی اہم ترین وزارت پر فائز ایران سے ہوتے گیس معاہدوں پر اربوں روپیہ ملک سے باہر بھجوا کے اور گیس پرمٹ فروخت کرتے 75/25 کے حصے پر مقامی ہسپتال میں بعد غروب آفتاب خدمات کا صلہ وصول کررہے ہیں، کیا وہ محترمہ بے نظیر بھٹو کے ساتھ پانچ منٹ بھی گفتگو کرنے کا حوصلہ رکھتے تھے؟ پیپلز پارٹی کے موجودہ دور کی اس اہم ترین وزارت پر زرداری صاحب نے اپنے تاریخی فرمان کے مطابق ایک ایسی شخصیت کو فائز کیا جس کا واضح اعلان ہے کہ ”میرا پیپلز پارٹی نامی کسی جماعت سے نہ کوئی تعلق رہا ہے اور ان شاء اللہ نہ کبھی ہوگا“

آج بھی جمعیت علمائے اسلام سے وابستہ ڈاکٹر عبد القیوم سومرو جو مولانا فضل الرحمٰن ہی کی سفارش پر برس ہا برس جیل میڈیکل آفیسر بھرتی ہوئے اور پھر لانڈھی جیل ٹرانسفر کروانے کے بعد زرداری صاحب کی خدمت کرتے رہے۔ آج ایوانِ صدر کے مضبوط ترین شخص شمار ہوتے ہیں، جن کے ایک ٹیلی فون پر ہوتے اہم ترین فیصلے اور ان کے گزرے ایک برس کے دوران جنم لیتے ذاتی اثاثے آج اسلام آباد میں ہر خاص و عام کی زبان پر ہیں!

خورشید شاہ کو تو دنیا پیپلز پارٹی کے ایک مدبر اور سنجیدہ رہنما کے طور پر جانتی ہے لیکن یہ اسلام الدین شیخ کون ہیں؟ راشد ربانی تو برس ہا برس پیپلز پارٹی کے لئے قربانیاں دیتے رہے لیکن یہ فیصل رضا عابدی کہاں سے آگئے؟ شہلا رضا تو زمانہ طالب علمی سے جدو جہد کرتی رہیں لیکن شرمیلا فاروقی کیا پس منظر رکھتی ہیں؟ تاج حیدر کہاں گئے اور ذوالفقار مرزا کہاں سے آگئے؟ خلیل قریشی، ساتھی اسحٰق، مرزا مقبول اور سہیل انصاری کدھر غائب ہوگئے اور یہ مصطفٰی میمن اور عبید جتوئی جو آج ملک کی طاقتور ترین شخصیت کے فرنٹ مین بنے سودے کررہے ہیں، ان کا پس منظر کیا ہے؟ برس ہا برس میڈیکل کیمپ لگا کر بھٹو کی سالگرہ مناتا کریم خواجہ کہاں دھکے کھا رہا ہے اور منی لانڈرنگ سے وابستہ شوکت ترین، عمر کے اس حصے میں قوم کو IMF اور ورلڈ بینک کے چنگل میں دھکیل کر پہلے وزیر مشیر...... پھر پیٹرز اور پھر پیپلز پارٹی میں شمولیت اختیار کررہا ہے؟ جو کچھ تمہاری پارٹی نے میرے ساتھ کیا، وہی اب میں اُس کے ساتھ کروں گا۔“

(بشکریہ روزنامہ ”جنگ“)

بقیہ: ایک عظیم خوشخبری

سمندروں کی مانند جاری ہوگا۔ گویا خون کا ایک دریا ہے جو ہر شہر اور دیہات میں جاری ہے۔“

از قلب پنج آبی خارج شوند ناری
قبضہ کنند مسلم بر ملک حاکمانہ

”پنجاب کے قلب (یعنی لاہور) سے ہندو نکل جائیں گے اور ان کی املاک پر مسلمان قابض ہوجائیں گے۔“

تقسیم پنجاب کے بعد ہندو لاہور اور مغربی پنجاب کے تمام شہروں اور دیہات سے چلے گئے تھے۔ اور ان کی زرعی زمینیں اور جائیدادیں مسلمانوں کے تصرف میں آگئی تھیں۔

برعکس ایں برآید در شہر مسلماناں
قبضہ کنند ہندو بر شہر جابرانہ

”اس کے برعکس مسلمانوں کے شہر مسلمانوں سے خالی ہوجائیں گے اور ہندو مسلمانوں کی جائیداد پر قبضہ کرلیں گے۔“

چنانچہ مشرقی پنجاب دہلی، بہار اور ہندوستان کے دوسرے شہروں سے مسلمانوں کو جبر و ستم اور قتل و غارت کرکے نکالا گیا اور ان کی اراضی اور گھروں پر ہندو قابض ہوگئے۔ (جاری ہے)

النصر لیب

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ایکسرے، ای۔ سی۔ جی اور الٹراساؤنڈ کی جدید اقسام کلر ڈاپلر، T.V.S، 4-D، ایکو کارڈیوگرافی اور Lungs Function Tests کی سہولیات

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹرز کی زیر نگرانی
تصدیق شدہ ادارہ
ISO 9001:2000

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خصوصی پیشکش

الٹراساؤنڈ (پیٹ)، Lungs Function Tests، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method) مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/2500 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

B-950 فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph:5163924, 5170077 Fax:5162185
Mob:0300-8400944, 0301-8413933 E-mail:info@alnasarlab.com

تنظیم اسلامی ملتان شہر کے زیر اہتمام ایک روزہ پروگرام

28جون بروز اتوار تنظیم اسلامی ملتان شہر کے زیر اہتمام ایک روزہ پروگرام ہوا۔ پروگرام کا آغاز امیر تنظیم اسلامی ملتان شہر جام عابد حسین کے افتتاحی کلمات سے ہوا۔ پروگرام کا موضوع تھا: "منہج انقلاب نبویؐ"۔ جام عابد حسین نے منہج انقلاب نبویؐ اور اس کی اہمیت بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ دین کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اسے غالب کریں چاہے، مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔ غلبہ دین کام کو پوری امت نے کرنا ہے۔ آج دین پر پورے طور پر عمل کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے اور اس کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم نظام کو تبدیل کردیں۔ نظام کی تبدیلی کے لئے ہمیں اُسی طریق پر چلنا ہوگا جو نبی اکرم ﷺ نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔ رفیق تنظیم رجب علی نے انقلابی جدوجہد کے لوازم اور مراحل اور انقلاب نبویؐ کے پہلے دو مراحل پر گفتگو کی۔ انہوں نے لفظ انقلاب کے معنی و مفہوم کی بھی وضاحت کی۔ نائب نقیب اسرہ لودھی کالونی محمد عبداللہ قادری نے انقلابی تربیت کا نبوی منہاج اور تربیت و تزکیہ محمدیؐ کے عناصر سہ گانہ پر سیر حاصل گفتگو کی۔ نقیب اسرہ منور حسین نے صبر محض اور عدم تشدد کو واضح کیا۔ نقیب اسرہ لودھی کالونی مرزا قمر رئیس نے "اقدام اور چیلنج" کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ اگرچہ انقلابی جدوجہد کا ہر مرحلہ ہی انتہائی اہم ہے، تاہم اقدام اور چیلنج انقلابی جدوجہد کا ایک نہایت نازک موڑ ہوتا ہے۔ اگر راست اقدام کا فیصلہ قبل از وقت ہو گیا، یا تربیت میں خامی رہ گئی، تو دنیوی اعتبار سے انقلاب ناکام ہو جائے گا۔

اس پروگرام میں رفقاء کی حاضری تقریباً 17 رہی۔ دن 12 بجے مسنون دعا پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: ناصر انیس خان)

ہارون آباد میں پچیس روزہ فہم دین کورس

یکم تا 25 جون ماسٹر کمپیوٹر کالج ہارون آباد میں "25 روزہ فہم دین کورس" منعقد ہوا۔ کورس میں روزانہ ساڑھے چھ تا ساڑھے آٹھ بجے 2 گھنٹے کلاس ہوتی تھی، جس میں سورۃ البقرہ (مکمل)، منتخب احادیث، تجوید، اہم دینی موضوعات، نماز وغیرہ کا ترجمہ سکھایا گیا۔

یہ کلاس تین اساتذہ محمد منیر احمد، سجاد سرور (معتمد حلقہ) اور رضوان عزمی (مقامی ناظم تربیت) لیتے رہے۔ قبل ازیں کلاس کے لئے باقاعدہ داخلہ فارم جاری کیے گئے تھے۔ مجموعی طور پر کلاس میں 37 احباب نے داخلہ لیا۔ کورس کے اختتام پر کامیاب ہونے والے شرکاء کو اسناد جاری کی گئیں۔ شرکاء کورس میں سے آٹھ احباب نے تنظیم میں بھی شمولیت اختیار کی۔ کورس میں اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ شامل ہوئے۔ کورس کے اختتام پر بعض شرکاء نے کورس کے بارے میں اپنے تاثرات بھی دیے۔ مجموعی طور پر شرکاء نے کورس کو بہت مفید پایا۔ کورس کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے رانا محمد اقبال نے کہا کہ اس سے میرے اندر قرآن فہمی کا شوق پیدا ہوا اور مجھے تفسیر قرآن جاننے کی اہمیت معلوم ہوئی۔ غلام خالق نے کہا کہ منیر احمد صاحب انتہائی لگن اور ذوق و شوق سے قرآنی تعلیمات سے روشناس کرتے ہیں، میں نے محسوس کیا کہ تنظیم اسلامی مسالک کے خول سے باہر نکل کر قرآن و سنت کی بنیاد پر مسلمانوں کو متحد کرنا چاہتی ہے۔ شکیل احمد نے کہا کہ میں دین کے بارے میں پہلے بھی تھوڑا بہت جانتا تھا، لیکن اس کورس میں شمولیت کے بعد دین کو اچھی طرح سمجھنے کا موقع ملا اور اب شعوری طور پر اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کر رہا ہوں۔ رانا شبیر احمد نے کورس کو سراہتے ہوئے تجویز دی کہ اس طرح کے کورسز تسلسل کے ساتھ ہوتے رہنے چاہئیں، نیز شرکاء کو دینی لٹریچر فراہم کیا جائے۔

(رپورٹ: رفیق تنظیم)

بقیہ: اداریہ

مسلمان بھائیوں کے خلاف آپریشن کرواتے ہیں، امت مسلمہ کے مفادات کے خلاف ہم سے کام لیتے ہیں، یہاں تک کہ ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ مسلم معاشرت کو ترک کردیں، بے حیائی اور فحاشی کا لبادہ اوڑھ لیں۔ وہ ہمارے سینہ سے اللہ اور رسول ﷺ کی محبت نکالنا چاہتے ہیں۔ اُن کا اصل ہدف یہ ہے کہ ؎

روح محمدؐ اُس کے بدن سے نکال دو

افسوس صد افسوس کہ ہمارے حکمران سب کچھ سمجھ کر بھی کچھ نہیں سمجھتے۔

ہم اپنے حکمرانوں کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ کسی نارمل یا روٹین کے انداز میں کوشش کرنے سے ہم اُن کی جکڑبندیوں سے آزاد نہیں ہوسکتے۔ اس کے لیے ایک انقلابی جدوجہد کرنا پڑے گی، ایک مکمل یوٹرن لینا ہوگا۔ ہم اُنہیں یقین دلاتے ہیں کہ اگر وہ سفید سامراج کے چنگل سے آزاد ہونے کی خلوص سے کوشش کریں گے تو عوام تکالیف اور سختیاں برداشت کرنے میں اُن سے دو ہاتھ آگے ہوں گے، وگرنہ وقت آنے والا ہے کہ نماز پڑھنا بھی انتہاپسندی کے ذیل میں آئے گا اور حج کو بھی (معاذ اللہ) دہشت گردی قرار دے دیا جائے گا۔ ہم یونہی پسپا ہوتے رہے تو تباہی کے گڑھے میں گرنا ہمارا مقدر ٹھہرے گا۔ یہودی اپنے پروگرام کے مطابق ہمیں ڈور ڈنگر بنانے پر تلا ہوا ہے، جب سودی قرضے ہم پر عرصۂ حیات تنگ کردیں گے۔ ابھی وقت ہے سنبھلنے کا۔ ابھی وقت ہے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کا۔ بچ نکلنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہم اسلام کے بنیادی اصولوں پر ڈٹ جائیں اور سرمایہ دارانہ نظام کو اسلام کی مہیا کردہ قوت سے دفن کردیں، تاکہ اسلامی نظام کے زیر سایہ انسانیت سکھ کا سانس لے سکے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب

مسلمان حکمرانوں کے لیے لمحہ فکریہ

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کسی کام سے اکیلے جا رہے تھے۔ جب غیر ملک سے ایک آنے والے شخص نے آپ کو تنہا دیکھا تو بہت حیران ہوا۔ وہ آپؓ سے کہنے لگا:

"آپؓ مسلمانوں کے امیر ہیں لیکن آپ کے ساتھ کوئی محافظ نہیں ہے۔"

حضرت عمرؓ نے جواب دیا:

"عوام کا یہ کام نہیں کہ وہ میری حفاظت کریں، بلکہ یہ میرا کام ہے کہ میں ان کی حفاظت کروں۔"